بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد سلیم اختر

لمعات

دنیا کو یقین دلائیں ہم مسلمان نہیں

علامہ رشید رضا مصری علیہ الرحمتہ عالمِ اسلام کے مشہور فاضل گذرے ہیں اور اپنے استاذ مفتی محمد عبدہ کی قرآنِ کریم کی معرکہ آرا تفسیر المنار کے مرتب ومولف ہیں۔ انہوں نے دنیا میں اسلام کے تعارف اور خاص طور پر قرآنِ کریم کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ایک عجیب وغریب طریقہ بتایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام دنیا کے مسلمان دنیا والوں کو یہ یقین دلائیں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس لئے کہ دنیا ہمیں قرآن کی روشنی میں دیکھتی ہے۔ یعنی وہ پھل سے درخت کو جاننا چاہتی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ:

ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنون۔ (آلِ عمران۔ ۱۳۹)۔

یعنی قرآنِ کریم پر ایمان رکھنے والے ہی دنیا میں سب سے اوپر/ اعلیٰ درجہ پر فائز ہوں گے۔ جبکہ مسلمان برعکس اس کے' دنیا بھر میں مغلوب ومقہور ومفتوح ہیں۔ اسی طرح قرآن نے ایمان لانے کا نتیجہ یہ بیان کیا ہے:

فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ (البقرۃ۔ ۳۸)۔

یعنی انہیں کوئی خوف اور حزن لاحق نہیں ہوگا جبکہ یہاں معاملہ بالکل الٹ ہے' مسلمان ہر جگہ غم زدہ اور خوف زدہ ہیں۔ ہم انہی دو آیات پر اکتفاء کرتے ہیں ورنہ پورا قرآن اسلام اور ایمان لانے کے نتیجے میں ملنے والی شادابیوں اور خوشگواریوں کے اعلانات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا بھر کی ترقی یافتہ اقوام اور قرآنِ کریم جیسی عظیم کتاب کے درمیان دیوار خود ہم مسلمان ہی بنے ہوئے ہیں۔ اس طرح دنیا اس عظیم پیغام کی برکات وحسنات سے محروم ہے۔ ہمیں علامہ رشید رضا مصری کا یہ مشورہ درست نظر آتا ہے کہ:

''اگر ہم یورپ کو دینِ اسلام کی طرف بلانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہم یورپ کو یہ یقین دلائیں کہ

خود ہم مسلمان نہیں ہیں۔ یورپ والے ہمیں قرآن کی روشنی میں اس طرح دیکھتے ہیں کہ قرآن کے نام لیوا جہالت' فرقہ بندی اور پس ماندگی کا شکار ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اگر واقعی یہ کتاب اصلاح کرنے والی ہے تو اس کے ماننے والے اس قدر پریشان حال کیوں ہیں؟''۔

لیکن بقول علامہ عبیداللہ سندھی ''یورپ نے ہماری سلطنتوں کو تباہ کر دیا۔ اب اسے یہ یقین دلانا آسان نہیں کہ قرآن کا قانون چل سکتا ہے۔'' کاش ہم خود اپنی حالت بدل سکتے اور قرآنِ کریم کے سانچے میں ڈھل کر اہلِ عالم کے لئے مثال اور نمونہ بن سکتے۔ کیا ہم اب بھی قرآنِ کریم کی اس دعوت پر سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے' اپنی اناؤں کو' جھوٹی اناؤں کو چھوڑتے ہوئے لبیک نہیں کہہ سکتے۔ جو ہمیں آج بھی دعوتِ ایمان دے رہی ہے:

یاایھا الذین امنو آمنو! (النساء۔ ۱۳۶)۔

اے (خود کو) ایمان (والے سمجھنے) والو (نئے سرے سے) ایمان لاؤ۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی
azureabbas@hotmail.com

شریعت کے نفاذ کا مطالبہ

کب تک کروں میں ضبط آہ، اب
چل رے خامہ بسم اللہ، اب

جس دن سے پاکستان معرض وجود میں آیا ہے بالکل ابتدائی چندسال مستثنٰی کرنے کے بعد پاکستان میں کسی دن بھی اطمینان نصیب نہیں ہوا۔ جو حضرات گرامی قدر سن رسیدہ ہیں، وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ پاکستانی معاشرہ بتدریج بد سے بدتر ہی ہوتا چلا گیا۔ یہاں کا نظام نہ فوجی حکومتیں درست کر سکیں اور نہ ہی منتخب حکومتیں۔ بظاہر اس کے دو بڑے بنیادی اسباب معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تو پاکستان کو مخلص اور قابل لیڈر شپ میسر ہی نہیں آئی۔ اس قسم کے قرآنی مضامین میں شخصیات کی نسبت کچھ لکھنا، یا سابقہ و موجودہ لیڈرشپ کو Pin-Point کرنا، مناسب معلوم نہیں ہوتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ قائداعظمؒ کے بعد سے آج تک ہمارے ہاں کوئی شخص بھی ایسا نہیں آیا جو لیڈر کہانے کا مستحق ہو۔ اردو الفاظ صحیح مفہوم ادا کرنے سے قاصر ہیں اس لئے انگریزی الفاظ کا استعمال ناگزیر ہے۔ یہ ہمارے سارے لیڈر صرف Intriguer تھے، یا اگر آپ انہیں زیادہ Concession دینا چاہیں تو ان کو Politician کہہ لیں۔ ان میں سے ایک بھی Statesman نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے ایک بھی Statesman ہوتا، تو وہ سابقہ مشرقی پاکستان کے منطقی نتیجہ کو Anticipate کر لیتا اور اس کو ازخود آزادی دے دیتا اور یہ واقعہ فاجعہ پیش ہی نہ آتا۔

دوسری بڑی وجہ پاکستان کے روبہ زوال ہونے کی یہ ہے کہ یہاں آج تک واضح آئیڈیالوجی تسلیم نہیں کی گئی۔ کوئی بھی ملک واضح آئیڈیالوجی کے بغیر نہیں چل سکتا۔ برسبیل تنزل اگر یہ بات فرض بھی کر لیں کہ واضح آئیڈیالوجی کے نہ ہونے کو کسی نہ کسی طرح Compensate کیا جا سکتا ہے لیکن یہاں تو دقت یہ ہے کہ بالکل دو متضاد و متناقض نظریات چل رہے ہیں جس کا مشاہدہ روز ٹی وی چینلز کے پروگراموں میں ہوتا ہے۔ ملک کا ایک حصہ سیکولر نظام کا حامی ہے جبکہ دوسرا حصہ اسلامی نظام کا داعی ہے۔ زیادہ

اکثریت جو عوام کہی جاتی ہے وہ کنفیوژن کی شکار ہے۔ اسے رزق کمانے اور بچوں کا پیٹ پالنے سے ہی فرصت نہیں ہے وہ کسی نہ کسی طرح اپنے دن گذارنے چاہتی ہے۔ ہمارے ہاں جو حضرات اسلامی نظام کے داعی ہیں وہ تعداد میں کم ہیں لیکن چونکہ وہ تشدد پسند ہیں' اور وہ اپنی اس تشدد پسندی کو حمیت اسلامی کا درجہ دیتے ہیں اس لئے وہ معاشرہ کو روز بروز لاقانونیت کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ دقت و افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلامی نظریہ حیات کے طرفداروں کے پاس کوئی واضح تصورات نہیں ہیں اور جو کچھ بھی ہیں' وہ قابل عمل نہیں ہیں' اسی بارے میں چند معروضات وگذارشات' اس مضمون میں جناب کی خدمت عالی میں پیش کی جاتی ہیں۔

اصل یہ ہے کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر ہندوستان میں ۱۰ کروڑ مسلمانوں میں صرف مسلم لیگ پاکستان کے حصول میں ساعی تھی۔ اس کے علاوہ اس وقت کے مسلمانوں میں ملک گیر نوعیت کی صرف پانچ جماعتیں تھیں جو سب کی سب مذہبی تھیں۔ خاکسار' احرار' جماعت اسلامی' جمعیت العلماء ہند اور شیعہ پولیٹکل کانفرنس۔ یہ ساری جماعتیں مذہبی تھیں اور سب پاکستان کے خلاف تھیں اور آخر تک' جبکہ پاکستان بنا ہے اس وقت تک خلاف رہیں۔ انہوں نے قائداعظم علیہ الرحمتہ کو کافر اعظم کہا اور جن صاحب نے قائداعظم کو اس لقب سے نوازا تھا انہوں نے منیر کمیٹی میں جسٹس منیر کے استفسار پر اعتراف کیا کہ انہوں نے ہی قائداعظم کو کافراعظم کہا تھا اور حیرت ہے کہ وہ پاکستان میں آئے اور یہاں بھی لیڈر رہے۔ ہمارے علماء کرام سب پاکستان کے خلاف تھے سوائے چند بزرگ علماء کے جو جمعیت العلماء ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنی سے ذاتی اختلافات و پرخاش کی وجہ سے دیوبند چھوڑ کر ڈھابیل چلے گئے تھے اور اسی مخالفت کی وجہ سے وہ پاکستان بننے سے کچھ ہی عرصہ پیشتر لیگ میں آ گئے تھے۔ سیاسی امور میں ہر شخص کو آزادی ہوتی ہے اور سب کو اختیار ہوتا ہے کہ کسی بھی جماعت کا ساتھ دے۔ اس وقت جن عوام مسلمانوں نے لیگ کا ساتھ نہیں دیا' ان سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ علماء کرام کی مخالفت سے اس بات کا دکھ ہوتا ہے کہ ان کو یہ مخالفت زیب نہیں دیتی تھی۔ ان کو تو اس کا ہراول دستہ ہونا چاہئے تھا۔ ان کی مخالفت کے معنے یہ تھے کہ ان کے سامنے اسلام کا کوئی دینی تصور نہیں تھا اور وہ اسلام کو محض مذہبی سطح تک ہی سمجھتے تھے اور اسی لئے وہ پاکستان کے قیام کے مخالف تھے۔ یہ مضمون چونکہ سیاسی نوعیت کا نہیں ہے اور نہ ہی اس کا مقصد خدانخواستہ علماء کرام کی تنقیص کرنا ہے' نکتہ جو واضح کرنا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ ان حضرات کے سامنے اس وقت بھی مذہب تھا اور آج بھی مذہب ہے۔ وہی درس نظامی وہ اس وقت پڑھتے تھے' وہی درس نظامی یہ آج پڑھ رہے ہیں۔ وہی تفاسیر و احادیث کی کتابیں اس

وقت زیرِ مطالعہ تھیں وہی آج ہیں۔ ہمارے علماء کرام کے سامنے صرف مذہب ہے اور آج یہ اسی مذہب کا بطور دین احیاء کرنا چاہتے ہیں جو ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی لئے ان کے سامنے شریعت کا صحیح تصور نہیں ہے' یہ حضرات شریعت کا دینی وقرآنی مفہوم ہی نہیں سمجھتے۔

پاکستان بننے سے پیشتر مسلم لیگ چونکہ سیاسی ہنگامہ میں مصروف تھی' سخت آزمائش میں مبتلا تھی اور چومکھی لڑائی لڑ رہی تھی' اس لئے پاکستان میں قانون سازی کے موضوع پر کوئی Home Work نہیں کرسکی۔ علماء کرام ویسے ہی قیام پاکستان کے خلاف تھے اور محض مذہب ان کے پیش نگاہ تھا۔ البتہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد تحریک طلوع اسلام اور اس کے محترم قائد و بانی نے دین کے تصور کو اس قدر بلند آواز اور دلائل و براہین سے عام کیا کہ ہمارے علماء کرام بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے اب موجودہ دور میں سب مذہبی حلقوں میں ہر طرف سے شریعت کے نفاذ کی پکار ہے۔ لیکن دین کا تصور اب بھی ان کے سامنے صحیح صورت میں نہیں ہے۔ دین اور مذہب کے فرق کو چونکہ صرف طلوع اسلام نے واضح کیا ہے اور اس تحریک سے ہمارے علماء کرام کو نفرت ہے' اس لئے وہ دین کے صحیح تصور تک نہ ابھی آئے ہیں اور نہ کبھی آسکتے ہیں۔

اب اصل موضوع شریعت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ ہمارے ہاں شریعت دو مختلف معانی میں استعمال کی جاتی ہے۔ ایک معنے میں تو شریعت کا لفظ قرآن کریم نے خود استعمال کیا ہے اور ایک دوسرے معنے میں ہمارے علماء کرام اس کو استعمال کرتے ہیں۔ جو ان کے مذہب کے تصور پر مبنی ہوتا ہے اور جو دین کے خلاف ہے۔ علماء کرام جس معنے میں استعمال کرتے ہیں وہ دینی نہیں ہے بلکہ مذہبی ہے۔ اس مضمون میں شریعت کا دینی مفہوم پیش کیا جائے گا۔

امام راغب اصفہانی نے شریعت کے معنے سیدھا راستہ جو واضح ہو تحریر فرمایا ہے۔ شرعۃ و منھاجاً (۵/۴۵) ایک دستور اور ایک طریقہ۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ شرعۃ وہ راستہ ہے جسے قرآن نے بیان کیا ہے اور منہاج وہ ہے جسے سنت نے بیان کیا ہے۔

سورہ شوریٰ میں ارشاد ہوتا ہے:

شرع لکم من الدین ما وصیٰ بہ نوحاً و الذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ماتدعوھم الیہ (۴۲/۱۳)۔

تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کا

نوح کوحکم دیا تھا اور اسی کی ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے اور اسی کا ابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا (وہ) یہ کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں فرقے نہ بنانا۔ جس دین کی طرف تم مشرکین کی طرف بلاتے ہو وہ ان پر بہت شاق گذرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انبیاء کرام کو دین دیا گیا تھا لیکن اس دین میں معاشرہ کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ شروع میں انسانی معاشرے بہت سادے ہوتے تھے' اس لئے انہیں دین میں ہدایات بھی بہت کم ملتی تھیں۔ لیکن آہستہ آہستہ انسانی معاشرے Sophisticated ہوتے چلے گئے تو اس کے پیش نظر' دین میں بھی ہدایات کا اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جو ہدایات' تعلیم' مستقل اقدار' تمام انبیاء کرام کو مسلسل ومتواتر ملتی رہیں' وہ دین تھا اور اس دین میں وقت کے تقاضوں کے مطابق جن جزئیات میں اضافہ و تبدیلیاں ہوتی گئیں وہ شریعت کے لفظ سے تعبیر کی گئی ہیں۔ مشہور ومعروف تفسیر 'تدبر قرآن' میں اس بارے میں تحریر ہے:

''جہاں تک دین کا تعلق ہے وہ ہمیشہ سے غیر متغیر ہیں اور غیر متغیر ہی رہیں گے لیکن شریعت کے ظواہر ورسوم ہرامت کے لئے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ مقرر فرمائے ہیں۔'' (جلد دوم' ص ۵۳۵)۔

اللہ کا دین شروع سے اسلام ہے۔ ان الدین عنداللہ الاسلام۔ اصل دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔ اسی دین کی تعلیم ابراہیم' موسیٰ وعیسیٰ کو بھی دی گئی تھی اور اسی دین کی تلقین تمہیں کی جارہی ہے۔ اس آیہ کریمہ میں حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ کے اسماء گرامی درمیان میں لائے گئے ہیں اور شروع میں حضرت نوحؑ اور حضورؐ کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ سب انبیاء کرام کو ایک ہی دین دیا گیا ہے' اس کے عقائد' اس کی اساسات شروع سے آخر تک بالکل ایک ہی ہیں۔ البتہ جزئیات شریعت میں فرق ہوا ہے جس کو قرآن کریم نے شرعۃ ومنہاجاً کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے اور جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا ہے' حضرت ابن عباس نے اس کو قرآن وسنت کے راستوں سے تشبیہ دی ہے۔ واضح رہے کہ جو چیز دین کے طور پر مستقل' متواتر اور دائمی حیثیت سے رہی ہے اور جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ' کبر علی المشرکین ماتدعوھم الیہ (۴۲/۱۳)۔ رہی ہے یعنی یہ کہ ہمیشہ دین کو قائم رکھو' اور اس میں فرقہ نہ بنانا' اور یہ کہ جس دین کی طرف تم مشرکین کو بلاتے ہو' وہ ان پر بہت شاق گذرتا ہے۔ قرآن کریم نے شریعت کے لفظ کو جن معنے میں استعمال کیا ہے' اس کی وضاحت پیش خدمت کی گئی ہے۔

اس کے برخلاف ہمارے علماء کرام کے نزدیک شریعت وہ قوانین ہیں جو بنو عباس کے دور میں بنائے گئے

تھے اور آج تک نسلاً بعد نسلٍ ہمارے پر مسلط چلے آ رہے ہیں۔

ہمارے علماء کرام کا شدید اصرار ہے کہ ان قوانین کو من وعن جاری کر دیا جائے۔ کچھ عرصہ سے ہمارے صوبے سرحد میں اس کا مطالبہ زیادہ زور سے کیا جا رہا ہے اور چندروز سے' لال مسجد اسلام آباد سے بھی اس کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ اخباری اطلاعات کے مطابق انہوں نے اپنی شرعی عدالتیں قائم بھی کر دی ہیں' جو سابقہ شریعت کے مطابق فیصلے جاری کریں گی۔ اصل یہ ہے کہ ہمارے علماء کرام کے نزدیک صرف حدود جاری کرنے سے ریاست اسلامی ہو جاتی ہے۔ ان کے اس غلط تصور کا سبب یہ ہے کہ ان کے ایک ہزار سال کے لٹریچر میں کہیں انہیں دین کے قیام کی نہ ہدایات ملتی ہیں اور نہ ہی اس کی Definition۔ ہمارے علماء کرام اسلامی ریاست کی جو Definition کرتے ہیں' وہ قرآنی اعتبار سے اسلامی ریاست نہیں ہوتی۔ اسی لئے لال مسجد' اسلام آباد' کی شرعی عدالتوں میں جو مقدمات آئیں گے' تو وہ اس کے فیصلے سابقہ شریعت وفقہ کے ذریعے ہی کریں گے۔ حدود یا معمولی تنازعات کے فیصلے تو یہ علماء کرام ومفتیان ذوی الاحترام کر دیں گے لیکن مثلاً جو تنازعات مالی امور سے متعلق ہوں گے' وہ یہ حضرات نہیں کر سکیں گے۔ قرآن کریم میں جو آیات میراث کے متعلق ہیں' ان میں ریاضی کی معمولی سی Involvement ہوتی ہے' ایک سو مولویوں میں سے شاید ہی ایک مولوی میراث کے تنازعہ کو سمجھ سکتا ہے کیونکہ ان حضرات کو تو پانچ سے آگے کے Tables (پہاڑے) ہی زبانی یاد نہیں ہوتے اسی ماہ ۴ اپریل کو اخبار اطلاعات کے مطابق' کونسل آف اسلامک آئیڈیالوجی (cii) نے زنا بالجبر اور زنا بالرضا کو الگ الگ کر دیا ہے اس سے پہلے تو شرع شریف میں ان دونوں جرائم میں کوئی امتیاز ہی نہیں تھا جس کی وجہ سے سخت Confusion تھا۔ اگر کوئی خاتون مفتی صاحبان سے یہ شکایت کرے کہ میرا شوہر میری مرضی کے خلاف مجھ سے زبردستی فریضۂ زوجیت کرنا چاہتا ہے' تو میں اس کے لئے آمادہ نہیں ہوں اور میرے خیال میں یہ Rape ہے آپ اس کو Rape کی سزا دیں۔ تو کیا یہ حضرات اس کو Rape قرار دے دیں گے۔ جن کے ہاں Rape اور Adultery میں بھی فرق نہیں ہے۔ اس قسم کے فیصلے ان کے بس کی بات نہیں۔ نیست این کارِ فقیہاں اے پسر۔

اب شریعت کا دینی مفہوم پیشِ خدمت عالی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم o فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول (۴/۵۹)۔

اے ایمان والو خدا کی اطاعت اور رسول کی اور جو تم میں سے صاحبانِ حکومت ہوں ان کی اطاعت کرو اور اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ و رسول کی طرف پھیر دو۔

آیہ کریمہ آپ نے ملاحظہ فرمائی' اس آیہ کریمہ کی تشریح اس سے پیشتر کئی مرتبہ کی گئی' لیکن یہ آیہ کریمہ اس قدر جامع ہے کہ مختلف Angles سے اس آیت کی تشریح میں نئے نئے نکات سامنے آتے ہیں مثلاً کوئی شخص ایک فیکٹری لاہور سے چند میل کے فاصلہ پر لگانا چاہتا ہے۔ اس فیکٹری سے اس قسم کی گندگی (Polution) صادر ہوتی ہے جس سے وہاں کی مقامی آبادی کی صحت متاثر ہوتی ہے۔ وہاں کی آبادی' اپنے مقامی حکام (اولی الامر) کی طرف رجوع کرتی ہے۔ مقامی حکام ماحولیات کے محکمہ سے رائے طلب کرتے ہیں۔ یہ محکمہ رائے دیتا ہے کہ لاہور سے ۵۰ میل کے فاصلے تک اس قسم کی فیکٹری نہ لگائی جائے۔ اسلامی حکومت کے افسران (اولی الامر) ماحولیات کے مشورہ کے مطابق یہ حکم جاری کر دیتے ہیں۔ اب ہر شہری اس حکم کی اطاعت کرے گا۔ اس اسلامی حکومت کا یہ حکم اس کی شریعت ہوگا اور اس کی اطاعت' عبادت خداوندی ہوگی اور آئندہ کی اسلامی حکومتوں کے لئے یہ (Precedent) سنت کا درجہ رکھے گا۔

(۲)　چند لوگوں نے بچوں کے لئے سکول جاری کئے اور آہستہ آہستہ تعلیم کو ذریعۂ آمدنی بنا لیا اور تمام سکولوں کی فیس اس درجہ زیادہ ہوگئی کہ بچوں کو تعلیم دلوانا مشکل ہوگیا۔ لوگوں نے مل کر' اس بارے میں احتجاج کیا اور اپنے مقامی حکام (اولی الامر) سے شکایت کی۔ مقامی حکام نے غور و خوض کیا اور ایک خاص رقم فیس کی مقرر کر دی اور انہیں حکام نے سارے تعلیمی اداروں کو ہدایات جاری کر دیں کہ بچوں کی فیس کی یہ شرح مقرر کر دی گئی ہے۔ یہ حکم اسلامی حکومت کی شریعت ہے اور اس کی اطاعت سے اللہ کی عبادت ہوتی ہے۔

(۳)　کاروں اور موٹروں کی کثرت کے باعث ہوا میں حد درجہ گندگی (Pollution) پیدا ہوگئی۔ عوام کی صحت اس سے متاثر ہونی شروع ہوگئی' لیکن کسی بھی شہری نے اس کی شکایت نہیں کی۔ حکام نے خود اس صورت حال کا جائزہ لیا اور یہ پالیسی Frame کی کہ آئندہ کاروں میں ڈیزل کی بجائے پیٹرول آئل استعمال کیا جائے۔ اس پالیسی کے مطابق احکامات جاری کر دیئے گئے' یہ احکامات اسلامی حکومت کی شریعت قرار دی جائے گی اور اس کی اطاعت اللہ کی عبادت ہوگی۔

ارشاد ہوتا ہے:

واذا جاء ھم امر من الامن
اوالخوف اذاعوا به ولو ردوہ الی
الرسول والی اولی الامر منھم

لعلمه الذین یستنبطونه منهم (۴/۸۴)۔

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی خبر آئی تو اسے فوراً مشہور کر دیتے ہیں' حالانکہ اگر وہ اس خبر کو رسول یا ایمان والوں میں سے صاحبانِ حکومت تک پہنچا دیتے تو بے شک جو لوگ ان میں سے تحقیق کرنے والے ہیں (رسول یا اولی الامر) اس کو سمجھ لیتے۔

اس آیہ کریمہ میں قرآن کریم کے سیاسی نظام کی اہمیت' اور اس کی عملی تشکیل کو واضح کیا جارہا ہے اور ہدایت کی جارہی ہے کہ امن وخوف کی خبروں کو خود عوام میں پھیلانا جائز نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اجتماعی نفع و نقصان کے معاملات اولی الامر تک پہنچائے جائیں اور اولی الامر پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلامی حکومت کے ماتحت حکام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مملکت' حکومت کو چلانے کی اتنی اہلیت رکھتے ہوں کہ وہ درپیش آنے والے تمام معاملات میں قانون (شریعت) کے تقاضوں کے مطابق قدم اٹھاسکیں۔

فرض کیجئے کسی جگہ بم دھماکے کا خطرہ ہے اور لوگوں میں اس کے متعلق افواہیں گرم ہیں کہ فلاں جلوس میں کوئی گروہ بم دھماکا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ تو اس صورت میں عوام پر ضروری ہے کہ وہ اپنے مقامی حکام (اولی الامر) کو اس کی اطلاع کریں۔ وہ حکام جلوس و جلسہ کے انتظامات کے لئے جو قوانین و احکام بنائیں وہ احکام ہی اس حکومت کی شریعت ہیں۔

ان دو آیات کریمات اور چند پیش کردہ امثلہ سے جناب پر واضح ہوگیا ہوگا کہ ہر اسلامی حکومت کے قوانین و احکام ہی اس حکومت کی شریعت ہوتے ہیں۔ سابقہ حکومتوں کے احکامات' جو گذشتہ ادوار میں جاری کئے گئے تھے' ان کی اطاعت ہم پر فرض نہیں ہے' ہم پر قرآن کریم کی رو سے' ہمارے اپنے دور کے اولی الامر کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اگر بالفرض سابقہ اولی الامر کا نظریہ کسی معاملہ میں مختلف ہے اور وہ اسلامی فقہ میں مستند طور پر چلا آرہا ہے اور ہمارے دور کی اسلامی حکومت کے اولی الامر کا فیصلہ اس کے خلاف ہے تو ہمیں اپنے دور کے اولی الامر کی اطاعت کرنی لازم ہوگی۔ چور کی ایک خاص Definition ہونی ضروری ہے۔ کوئی شخص اگر کسی کا قلم لے جائے تو وہ حد کا مستوجب نہیں ہوگا۔ سابقہ حکومتوں نے چور کی جو تعریف کی ہے ہم اس کے پابند نہیں ہوں گے۔ ہمارے دور کے اولی الامر جس مالیت کی چوری کو چوری قرار دیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے ایک ہی وقت میں دو اسلامی مملکتوں کی شریعتیں مختلف ہوسکتی ہیں کیونکہ دو ملکوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے شریعتیں بھی

مختلف ہوں گی' لیکن ان میں بنیادی باتوں و شرائط میں اختلاف نہیں ہوسکتا۔

(۱) صرف قرآن اسلامی شریعت کا ماخذ ہوتا ہے۔ اوپر تحریر کردہ آیہ کریمہ ۴/۵۹ نے واضح کر دیا ہے کہ اگر تمہارا جھگڑا ہوتو اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔ اس آیہ کریمہ سے اجماع وقیاس جو ہمارے ہاں اولہ اربعہ میں شمار ہوتے ہیں' ان کی تردید ہوگئی۔ اس آیہ کریمہ نے صرف اللہ و رسول کو قانون کا ماخذ قرار دیا ہے۔ اللہ و رسول کی اصطلاح کی بار بار سابقہ مضامین میں وضاحت پیش خدمت کی جا چکی ہے کہ اس سے اسلامی حکومت کا سربراہ مراد ہوتا ہے جس کو حکم ہے وما اختلفتم فیہ من شئی فحکمہ الی اللہ (۴۲/۱۰)' ''تمہارا جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔'' اس لئے اسلامی حکومت کی شریعت کا ماخذ صرف قرآن ہوتا ہے۔

(۲) اسلامی شریعت اور اسلامی حکومت کی فقہ کی شرط ہے کہ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ دین کو قائم کرو اور اس میں فرقہ بندی نہ کرو۔ ہمارے موجودہ مستند شرائع وفقہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جعفری' حنفی فقہ الگ الگ ہیں۔ ہمارے علماء کرام خود فرقہ بندی کے قائل ہیں۔ فرقہ بندی اور دین کا قیام ایک دوسرے کے نقیض ومتضاد ہیں جو دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

(۳) اسلامی حکومت میں پبلک لاء اور پرسنل لاء کی کوئی تفریق نہیں ہوتی۔ یہ تفریق مذہب میں ہوتی ہے۔ دین میں نہیں۔

(۴) اسلامی حکومت میں کونسل آف اسلامی آئیڈیالوجی' شرعی عدالتیں' محکمہ زکوٰۃ وعشر' محکمہ اوقاف وغیرہ نہیں ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ دین کا قیام کوئی معمولی یا چند روز کا کام نہیں ہے۔ قرآن کریم نے اس کو ایام اللہ اور فک رقبۃ سے تشبیہ دی ہے۔ نیز فرمایا واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم (۴۲/۳۸)۔ وہ پہلے اقامت صلوٰۃ کریں گے یعنی قرآن کریم کا نظام قائم کریں گے تب اس کے بعد اس نظام میں ان کے تمام امور باہمی مشورہ سے طے ہوں گے۔ نظام صلوٰۃ کو قائم کرنے' اور اس کو جاری رکھنے' اس کو چلانے' اور اس سے اللہ تعالیٰ کے قرآنی وعدوں کو عملاً پورا کرنے کے لئے جو باہمی مشورے کئے جائیں' اور جب ان باہمی مشوروں کو عملاً نافذ کیا جائے' تو وہ اسلامی شریعت کہلاتی ہے۔

حکومتیں خواہ سیکولر ہوں' یا مولوی صاحبان کی تھیوکریسی ان کا مطمع نگاہ عوام کو رزق فراہم کرنا' بنیادی سہولتیں مہیا کرنا' ہوتا ہے لیکن یہ سطح زندگی' حیوانی سطح کی

ہے۔ یہ سب حکومتیں انسانی زندگی کے معیار تک جاتی ہی نہیں ہیں۔ یہ تمام مسائل تو انسان اور حیوان کے مشترکہ مسائل ہیں' جو دنیاوی حکومتیں پورے کر دیتی ہیں لیکن اسلامی حکومت صرف ان مسائل کو حل نہیں کرتی وہ اس سے بہت آگے لے جاتی ہے۔ اسلامی حکومت تو ان مسائل کا حل پیش کرتی ہے' جن کا تعلق خالص انسانیت سے ہوتا ہے۔ صرف اسلامی حکومت میں ہی انسانیت کی نشوونما ہوتی ہے۔ انسانیت کی نشوونما بہ مجموعی ہوتی ہے۔ یہ طولاً یا عرضاً تقسیم نہیں ہوسکتی' اس کا Level پوری انسانیت کا مجموعی طور پر بلند ہوتا ہے۔ سابقہ' خلاف قرآن' شرعی قوانین کو' لال مسجد اسلام آباد' کی شرعی عدالتوں سے جاری کرنے سے' اسلامی حکومت نہیں بن جاتی۔

چونکہ قرآنی حکومت یا قیام دین کا نظریہ ہی طلوع اسلام کا پیش کردہ ہے' اس لئے اس بارے میں مکمل راہنمائی بھی اس تحریک کے لٹریچر سے ہی مل سکتی ہے ورنہ ہمارے علماء کرام کے ایک ہزار سال کے لٹریچر میں' اس موضوع پر ایک سطر بھی' تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکے گی۔ لیکن قوم کی بدقسمتی کہ مولوی حضرات طلوع اسلام سے راہنمائی حاصل کرنے کو آمادہ نہیں ہیں' اس لئے یہ اس مقصد (قیام دین) میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔

فستذکرون ما اقول لکم (۴۰/۴۴)۔

عنقریب تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلام باری، مانچسٹر

نظام اور اس کا نتیجہ

قرآنِ کریم کے بے شمار مقامات میں وحی کا اولین پیغام یہ ہے کہ اطاعت اور محکومیت خدا کے سوا کسی کی جائز نہیں یعنی لا الہٰ الا اللہ (There is no Sovereign except Allah) خدا کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں جسے اقتدار کا حق حاصل ہو۔حتیٰ کہ رسول کی بھی حیثیت یہ ہوتی تھی کہ وہ اس وحی کی اطاعت کرتا تھا اور دوسروں کو اس حقیقت سے آگاہ کرتا تھا کہ ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنے سے انہیں کس قدر خوشگواریاں میسر آئیں گی اور ان کی خلاف ورزی سے زندگی کتنی مشقتوں میں گذرے گی (۲۰/۱۲۴)۔

سورۃ ہود میں سابقہ انبیاء کرامؑ اور اقوامِ گذشتہ کے احوال وکوائف بیان کئے گئے ہیں۔اس میں قوموں کی تباہی کے اسباب میں چھوٹی چھوٹی بداخلاقیوں کا ذکر نہیں جنہیں ہم عام طور پر معیوب سمجھتے ہیں اور نہ ہی مذہبی رسومات اور معتقدات کا جو اتنی بڑی اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔نماز روزہ فرض، بجا اور درست لیکن اس میں یہ لکھا ہی نہیں ہے کہ فلاں قوم نماز و روزہ کی پابند نہیں تھی اس لئے ہلاک ہوگئی بلکہ ان اقوام کے غلط نظامہائے حیات (ادیان) کے نتائج کو سامنے لایا گیا ہے۔سب سے پہلے قومِ نوحؑ کے متعلق ہے کہ وہ طبقات میں بٹی ہوئی تھی۔ان کے ہاں معیارِ زندگی، تکریم وتعظیم یعنی مدارج کا تعین دولت تھا جو ہر ذاتی نہیں۔یہ تھا جرم اس قوم کا جس کی وجہ سے وہ غرق ہوئی۔ان کے بعد اس شوریدہ بخت قومِ عاد کا ذکر ہے جس نے حضرت ہودؑ کی دعوت کی تکذیب کی اور پھر جس کے افسانے دنیا میں باقی رہ گئے۔وہ کوئی ایسی ویسی قوم نہیں تھی، انہیں اپنی ہمعصر اقوام میں بے نظیر مقام حاصل تھا۔وہ بلند یادگاریں اور بڑی بڑی عمارتیں (کوٹھیاں) تعمیر کرتے تھے اور ٹھگوں کی طرح ان کے اوپر شائد **ھذا من فضل ربی** بھی لکھتے ہوں گے۔اس قسم کی یادگاروں اور عمارتوں کی افادی حیثیت کچھ نہیں ہوتی یہ محض ایسی قوم

کے جذبہ تکبر وتعلی کی تسکین کا سامان فراہم کرتی ہیں۔ وہ قوم علم وعقل۔ جاہ وجلال اور غلبہ واقتدار کی مالک تھی لیکن ان کا غلبہ واقتدار بغیر الحق تھا۔ وہ اپنے سے کمزور قوم پر اس قدر آہنی پنجہ سے ہاتھ ڈالتی تھی کہ ان کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیتی تھی۔ یہ تھا ان کا نظام جس کے نتیجہ میں ان کی تباہی ہوئی۔

اس کے بعد قومِ ثمود کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ بھی قوم عاد کی طرح پہاڑوں کے دامن میں بڑے مستحکم قلعے بناتی تھی جو فن سنگ تراشی کے نمونے تھے۔ وہ جاگیردارانہ نظام کو اپنائے ہوئے تھے۔ غریبوں کے جانوروں کو پانی تک پینے نہیں دیا کرتے تھے۔ ہر جابر ومستبد قوم کی طرح' اس قوم کی بھی یہ حالت ہو چکی تھی کہ وہ ملک میں فساد برپا کرتے تھے اس جرم کی پاداش میں وہ تباہ ہوئے۔ قوم لوطؑ جنسی بدنہادی کی وجہ سے تباہ ہوگئی۔ اس کے بعد سرمایہ دارانہ نظام کی حامل قوم مدین آتی ہے جو ہر سرمایہ دار کی طرح حقوق العباد میں ڈنڈی مارتی تھی۔ وہ قوم حضرت شعیبؑ کی تکذیب کی وجہ سے تباہ ہوگئی۔ ان کے بعد قوم فرعون کے متعلق ہے کہ ان کے ہاں ملوکیت۔ سرمایہ داری اور مذہبی پیشوائیت کی یکجا تینوں قوتوں کی جکڑ بندیوں نے قوم موسیٰ کی ہڈیوں کو چکنا چور کر رکھا تھا جس کے جرم میں وہ غرق ہوگئی اور آخر میں رسول کریمﷺ مبعوث ہوئے آپ کی ایک حدیث ہے کہ ''سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا'' انبیاءؑ سابقہ کو جن جانگداز مراحل سے گذرنا پڑا تھا انہیں دیکھ کر اپنی ذمہ داریوں کے احساس سے بوڑھا ہو جانا فطری تھا۔ آپﷺ نے ان تینوں قسم کی زنجیروں (اصرٗ اغلال وسلاسل) کو توڑ کر نوع انسانی کو آزادی دلائی تاکہ یہ نظام خداوندی کے تحت زندگی بسر کریں۔ لیکن خلفائے راشدینؓ کے بعد عقیدت کے مارے مسلمانوں نے ان ٹوٹی ہوئی زنجیروں کی کڑیوں کو چن چن کر اکٹھا کر کے جوڑا اور پھر زمانہ قبل از اسلام سے بھی زیادہ شدت سے کس کر اپنے آپ کو جکڑ لیا اور ان کی اتباع میں بندھے چلے آ رہے ہیں۔

اللہ کا فرمان یہ ہے کہ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الاخرة من الخسرین o کیف یهدی الله قوما کفروا بعد ایمانهم و شهدوا ان الرسول حق و جاء هم البینت والله لا یهدی القوم الظلمین o (۸۵۔۸۶/۳) جو فرد یا قوم دین اسلام (اس نظام) کے علاوہ زندگی کے لئے کوئی اور راستہ اختیار کرنا چاہے تو میزان خداوندی میں اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔ اس سے اس قوم کو مفاد عاجلہ تو حاصل ہو سکتے ہیں' لیکن مستقبل میں وہ سخت نقصان میں رہے گی۔

رہے وہ بدنصیب جو ایمان لانے کے بعد کفر کی راہ اختیار کر لیں ۔یعنی صحیح اسلامی نظام قائم ہو جانے کے بعد ۔ پھر غیر اسلامی نظام کی طرف لوٹ یا پلٹ جائیں درآنحالیکہ (اس نظام کے درخشندہ نتائج نے) یہ بات واضح کر دی تھی کہ ان کے رسولؐ نے جو کچھ کہا تھا وہ کس قدر حقیقت پر مبنی تھا...........سو ظاہر ہے کہ جو قوم' صداقت کو اس طرح بے نقاب دیکھ لینے کے بعد بھی اس نظام سے سرکشی اختیار کر جائے تو اس پر زندگی کی کامرانیوں کی راہ کس طرح کھل سکتی ہے؟ ۔ (کفر سے مطلب خدا کی ہستی کا انکار ہی نہیں بلکہ خدا کے قوانین سے منکر ہونا ہے ۔اس لئے خدا پر ایمان لانا کافی نہیں' قرآن یعنی اللہ کے عطا کردہ ضابطہ حیات (نظام) پر ایمان لا کر اس کے مطابق زندگی بسر کرنا بھی ضروری ہے ۔ اسی لئے سورہ النساء کی آیت ۱۳۶ میں پیدائشی مسلمانوں کے لئے اللہ کا حکم ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ یعنی نظام خداوندی پر ایمان لاؤ ۔ ہمیں خود اپنے متعلق سوچنا چاہئے کہ خدا کے اس حکم کی تعمیل کے ضمن میں کیا ہم ایمان لائے بھی ہیں یا محض مولوی کی طرف سے کان میں بچپن والی پہلی اذان کے فریب سے قرآن کے الفاظ میں قتـــــل الـخـرصـون قیاسات کی بنا پر اپنے غلط فیصلوں کی رو سے اٹکلیں دوڑا کر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں (۱۰/۵۱) ۔ ویـحـسـبـون انـهـم مهتدون (۷/۳۰) اور بزعم خویش سمجھے یہ بیٹھے ہیں کہ ہم بالکل سیدھی راہ پر چل رہے ہیں ۔

سورہ محمد میں نہایت واضح اور آسان الفاظ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ: افـلا یتـدبـرون الـقـران ام عـلـی قـلـوب اقفالها o ان الـذین ارتدوا عـلـی ادبـارهـم مـن بـعـد مـا تبین لهم الـهـدی الـشیـطـن سول لهم و املی لهم o ذلـک بـانـهـم قـالـوا للذین کرهوا ما نزل الـلـه سـنـطـیـعـکـم فی بعض الامر والله یـعـلـم اسـرارهـم o فـکـیف اذاتـوفتهم الـمـلـئکة یضربون وجوههم و ادبارهم o ذلـک بـانـهـم اتبـعـوا مـا اسـخـط الـلـه وکـرهـوا رضوانه فاحبط اعمالهم o حیرت ہے کہ یہ لوگ قرآن میں غور و تدبر کیوں نہیں کرتے ؟ ان کے دلوں پر خود ساختہ تالے پڑ گئے ہیں کہ ان میں عقل و بصیرت کی کوئی بات جاتی ہی نہیں؟ اصل یہ ہے کہ جو لوگ قرآنی راہنمائی کے واضح طور پر سامنے آجانے کے بعد اس سے یوں پھر جائیں' تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے جذبات انہیں ان کی مفاد پرستیوں کو بڑا خوشنما بنا کر دکھاتے اور انہیں طرح طرح کی فریب انگیز امیدیں دلاتے ہیں ۔ (یوں یہ لوگ اپنے انفرادی مفاد عاجلہ کو نوع انسانی کے

مفادِ کلی پر ترجیح دے کر قرآن کا راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور اس کے بعد، یہ خفیہ طور پر ان لوگوں سے جا ملتے ہیں جو احکام خداوندی کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کریں گے۔ ان سے کہہ دو کہ خدا تمہارے خفیہ منصوبوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ (اس وقت تو یہ لوگ اس قسم کی سازشیں کر کے بہت خوش ہوتے ہیں) لیکن اس وقت ان کی حالت کیا ہوگی جب موت ان کے سامنے آ کھڑی ہوگی اور ان کی غلط روش کے تباہ کن نتائج، عذاب بن کر ان پر مسلط ہو جائیں گے اور ان کا کچومر نکال دیں گے۔

یہ اس لئے کہ یہ لوگ ان راستوں پر چلتے ہیں جو قوانین خداوندی کے خلاف ہیں اور ان قوانین کے مطابق زندگی بسر کرنا انہیں سخت ناگوار گزرتا ہے۔ ان کا کیا کرایا سب اکارت جائے گا۔ (ہماری حالت)۔

اس کے برعکس سورہ النحل میں کلمہ طیب کے مطابق عملی زندگی بسر کرنے والے مومنین، متقین کے متعلق ہے کہ الذین تتوفھم الملئکۃ طیبین یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون (۱۶/۳۲)۔ ان کے حسن عمل کے نتیجہ میں اس دنیا کی جنتی زندگی کی خوشگواریاں اور کامیابیاں تو ایک طرف اخروی زندگی کی جنتی زندگی کے لئے ان کی موت بھی نہایت خوشگوار اور اطمینان بخش ہوتی ہے۔ ملائکہ انہیں امن و سلامتی کی خوش خبریاں دیتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تم اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (غور کرو کہ ان دونوں گروہوں یعنی قوانین خداوندی کا انکار کرنے والوں اور ان کے مطابق چلنے والوں کی زندگی دنیا اور آخرت دونوں میں کس قدر مختلف ہوگی!)...... اس سے چند آیات پہلے قوانین خداوندی کی خلاف ورزی سے اس دنیا میں ذلت و رسوائی کی جہنمی زندگی بسر کرنے والی ہم جیسی قوم کے افراد کی موت کے وقت کا منظر یوں سامنے لایا گیا ہے کہ الذین تتوفھم الملئکۃ ظالمی انفسھم فالقو السلم ما کنا نعمل من سوء بلی ان اللہ علیم بما کنتم تعملون o (دوسروں کے خلاف زیادتیاں کرنے والوں کی زیادتی خود ان کی اپنی ذات کے خلاف ہوتی ہے) وہ اسی روش پر چلتے رہتے ہیں حتیٰ کہ موت کے فرشتے ان کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں۔ اس وقت یہ لوگ چلا اٹھیں گے کہ ہم بھی اس نظام کی تابعداری اختیار کرتے ہیں اور کہیں گے کہ ہم کوئی برا کام نہیں کیا کرتے تھے (ذکر کی مجلسوں میں دلوں پر کلمہ طیب کی ضربیں لگایا کرتے تھے۔ گیارویں شریف اور کونڈوں کا ختم دلواتے تھے یعنی اسلاف کی تقلید میں سب کچھ کرتے تھے) ان سے

کہا جائے گا کہ تم غلط کہتے ہو۔ خدا کا قانون مکافات اچھی طرح جانتا ہے کہ تم کیا کچھ کرتے تھے۔ اس لئے فادخلوا ابواب جھنم خلدین فیھا فلبئس مثوی المتکبرین۔ اب تمہیں تباہی و بربادی کی جہنم میں داخل ہونا پڑے گا اور اسی میں رہنا ہوگا۔

دیکھو! ذلت و خواری کی یہ زندگی ان لوگوں کے لئے کس قدر بری ہے جنہوں نے ناحق تکبر اور سرکشی اختیار کر رکھی تھی (۲۹۔۲۸/۱۶)۔

لہٰذا جس نظام میں حمدیت، ربوبیت اور رحمت پائی جائے اسی کو اقتدار کا حق حاصل ہوتا ہے (۳۔۱/۱) اور اسی کی اطاعت اختیار کی جا سکتی ہے (۱/۴) یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کا نتیجہ انعامات خداوندی ہے (۱/۶) جو روش اس کے خلاف ہوگی اس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہوگا (۱/۷)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن۔۔۔غیروں کی نظر میں

(گذشتہ سے پیوستہ)

قرآن کے بغیر دنیا کا امن قائم نہیں رہ سکتا

نامور فرنچ مستشرق موسیو گاسٹن کار نے فرانس کے مشہور اخبار ''فگارو'' میں ایک نہایت دلچسپ سلسلۂ مضامین ۱۳۳۰ھ میں شائع کیا۔ جس کا عنوان تھا۔ کیا اسلام دنیا سے معدوم ہو گیا تو امن و امان قائم رہ سکے گا۔'' اس کا ترجمہ اسی زمانہ میں بیروت کے مشہور اخبار ''البلاغ'' (مطبوعہ ۱۳ صفر ۱۳۳۰ھ) نے شائع کیا۔ جس کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

''یہ ایک کھلی ہوئی صاف اور واضح بات ہے کہ اسلام حقیقت میں ایک طرح کا اجتماعی مذہب (سوشل ریلیجن) ہے۔ جس کو دنیا کی ۲/۳ حصہ آبادی دینِ حق تسلیم کرتی ہے اور گویا دنیا کی ہستی اس مذہب کی بقاوہستی پر منحصر ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس عاقلانہ مذہب کے قانون (قرآن کریم) میں وہ تمام فوائد و مصالح موجود ہیں جن سے زمانہ حال کا تمدن بنا ہے اور جو گویا اسلام ہی کے امتزاجِ عناصر کا نتیجہ ہے۔ اس حیرت انگیز سائنٹفک مذہب (اسلام) نے دنیا کی عمرانی ترقی کے لئے ہر قسم کے بنیادی وسائل و ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے ہیں۔ گو ہم میں کوئی شخص بھی اس کی فضیلت کا اعتراف نہ کرے اور اس کے احسان کا رہینِ منت نہ ہو مگر امر واقع یہی ہے۔''

اپنے مضمون میں مستشرق موصوف سوال کرتا ہے کہ:

''روئے زمین سے اگر اسلام مٹ گیا۔ مسلمان نیست و نابود ہو گئے۔ ''قرآن کی حکومت'' جاتی رہی۔ تو کیا اس کے بعد دنیا میں امن و امان قائم رہ سکے گا؟''

اور پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ:

''نہیں ہرگز نہیں۔''

قرآن حفظِ صحت کی رو سے تمام الہامی کتابوں میں ممتاز ہے

نامور جرمن فاضل اور مستشرق جوا کیم دی بولف جرمنی کے مشہور علمی رسالہ ''دی ہائف'' بابت ۱۹۱۳ء میں ''اسلام کے واجبات وفرائض حفظِ صحت'' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں اس وقت اسلام کے اس خاص پہلو پر بحث کرنا چاہتا ہوں جس پر اس وقت تک شائد کسی یورپین نے غور نہیں کیا۔ یہ پہلو ان احکام وقوانین سے تعلق رکھتا ہے جو قرآن کریم نے حفظِ صحت اور تندرستی کے متعلق اپنے ماننے والوں پر فرض کئے ہیں۔ میں نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ روئے زمین کی تمام کتب سماوی میں قرآن کو اس لحاظ سے خاص امتیاز حاصل ہے۔ اگر ہم ان شاندار مگر سادہ واجبات وفرائضِ حفظِ صحت پر غور کریں، جو قرآن کریم میں مذکور ہوئے ہیں اور پھر اس امر پر غور کریں کہ ان کی پابندی کرنے والوں کو جنت الفردوس کے مستحق قرار دینے میں اس کی کیا حکمت ہے۔ تو ہم پر روشن ہو جائے گا کہ اگر صحیفۂ آسمانی اور کلام ربانی ساکنانِ ایشیا کو نہ ملتا تو ایشیا جیسا وبا آفرین خطۂ زمین یورپ کے حق میں اور بھی بلا خیز ہوتا۔ اسلام نے صفائی، طہارت اور پاکبازی کی صاف وصریح ہدایات نافذ کر کے جراثیمِ ہلاکت کو مہلک صدمہ پہنچایا ہے۔''

قرآن عالمِ انسانی کے لئے بہترین راہبر ہے

روس کا مشہور فلاسفر کاؤنٹ لیو ٹالسٹائی اپنی بلند پایہ تصنیف ''دی لائٹ آف ریلیجن'' "The Light of Religion" میں لکھتا ہے:

''قرآن مسلمانوں کی ایک مذہبی کتاب ہے۔ جس کی نسبت ان کا خیال ہے کہ اس کو خدا نے نازل کیا ہے۔ یہ کتاب عالم انسانی کی راہنمائی کے لئے ایک بہترین راہبر ہے۔ اس میں تہذیب ہے۔ شائستگی ہے، تمدن ہے، معاشرت ہے اور اخلاق کی اصلاح کے لئے ہدایت ہے۔ اگر صرف یہ کتاب دنیا کی سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر (مصلح) پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی راہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان فائدوں کے ساتھ ہی جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی تھی جب کہ ہر طرف آتشِ فساد کے شرارے بلند تھے۔ خونخواری اور ڈاکہ زنی کی تحریک جاری تھی۔ فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہ کیا جاتا تھا اور اس کتاب نے ان گمراہیوں کا خاتمہ کیا تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا

نہیں رہتی۔''(صفحہ ۱۴۸)۔

قرآن کے ذریعہ انسان بیک وقت روحانی اور دنیاوی ترقی کرسکتا ہے

پروفیسر ہربرٹ وائل جو یورپ کا ایک نکتہ ور مؤرخ ہے اپنی کتاب ''اے لکچر آن اسلام'' میں لکھتا ہے:

''قرآن جو اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش ہوا' جب کہ ہر طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ زمین پر کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو اور کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو سیدھی راہ پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی' اور وحشیوں کو انسان کامل بنا دیا۔ جن لوگوں نے اس کے مطالب پر غور کیا ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے۔ ناممکن ہے' کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیم راہنمائی نہ کرتی ہو۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے' تو ایک سمجھدار آدمی بیک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کرسکتا ہے اور اگر ان اخلاق کو لیجئے جو شرف انسانیت ہیں' مثلاً راست بازی' پرہیزگاری' رحم وکرم' عفت وعصمت' تو قرآن میں ان سب کے متعلق ہدایتیں موجود ہیں اور اگر ان اخلاق کو لیجئے جن کا تعلق دنیاوی ترقی سے ہے' مثلاً محنت ومشقت' عزم واستقلال اور جرأت و شجاعت تو ان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے۔ بہرکیف یہ ایک حیرت انگیز قانون ہدایت ہے۔'' (صفحہ ۱۵۳)۔

قرآن غائت درجہ کی موثر اخلاقی نصائح کا مجموعہ ہے

چیمبرس انسائیکلوپیڈیا میں ''محمڈن ازم'' کے زیر عنوان لکھا ہے:

''مذہبِ اسلام کا وہ حصہ بھی جس سے اس کے بانی کی طبیعت صاف صاف معلوم ہوتی ہے۔ نہایت کامل اور غایت درجہ کا موثر ہے' اس سے ہماری مراد اس کی اخلاقی نصیحتیں ہیں۔ یہ نصیحتیں کسی ایک یا دو یا تین سورتوں میں مجتمع نہیں ہیں بلکہ اسلام کی عالیشان عمارت (قرآن مجید) میں سلسلۃ الذہب کی مانند ملی جلی ہیں۔ ناانصافی' دروغ گوئی' غرور' انتقام' غیبت' استہزاء' طمع' فضول خرچی' حرام کاری' خیانت اور بدگمانی کی سخت مذمت کی گئی ہے اور ان کو قبیح اور خلاف مذہب بتایا ہے اور بمقابلہ ان کے خیر اندیشی' فیض رسانی'

پاکدامنی، حیا، بردباری، صبر، تحمل، کفایت شعاری، سچائی، راست بازی، عالی ہمتی، صلح پسندی، حق دوستی اور سب پر بالا توکل بر خدا اور انقیاد امرالٰہی کو سچی ایمانداری کی اصل و بنیاد اور مومن صادق کا اصلی نشان قرار دیا ہے۔''

قرآن زندہ و پرزور جوشِ ایمان پیدا کرتا ہے

فرانس کا نامور مستشرق ڈاکٹر گستاولی بان کہتا ہے:

''قرآن جو مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے، نہ صرف ان کا مذہبی دستور العمل ہے، بلکہ ان کا ملکی و معاشری دستور العمل بھی یہی کتاب ہے۔۔تمام مذاہب عالم میں یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے (قرآن کے ذریعہ سے) پہلے پہل وحدانیتِ خالص و محض کی اشاعت دنیا میں کی۔۔۔جس نے ان تمام قوموں کو جو مصریوں کے سلاطین قسطنطنیہ کے وقت سے عیسائی چلی آتی تھیں، دعوت نبوی دینے کے ساتھ ہی مسلمان ہو جانے پر آمادہ کر دیا۔ حالانکہ ایسی کوئی مثال کسی قوم کی خواہ وہ فاتح ہو یا مفتوح، موجود نہیں ہے۔ جس نے کبھی دین عیسوی قبول کیا ہو۔ کسی مذہبی کتاب کے فوائد عامہ کا اندازہ کرتے وقت یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ اس میں فلسفی خیالات کیسے ہیں۔ (کیونکہ یہ عموماً بہت ہی کمزور ہوا کرتے ہیں) بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ جن اعتقادات دینی کی تعلیم اس کتاب میں کی گئی ہے۔ انہوں نے دنیا میں کیا اثر پیدا کیا؟ جس وقت اسلام کو اس نظر سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ.......... اسلام قلوب میں اس قسم کا زندہ و پرجوش ایمان پیدا کر دیتا ہے کہ پھر اس میں مطلقاً شک و تذبذب کی گنجائش نہیں رہتی۔''

قرآن ایک قانون فطرۃ ہے

سر ولیم میور نے عمر بھر میں اپنی ساری قوت حمایت تثلیث اور مخالفت اسلام میں صرف کر دی تھی اور اگرچہ تعصب نے اسے پیغمبر اسلام ﷺ کی رسالت اور قرآن کریم کے اعجاز کا اعتراف نہیں کرنے دیا لیکن صداقت کی طاقت دیکھئے کہ انجام کار اس کی خوبیوں کا کم و بیش اقرار طوعاً و کرہاً اسے بھی کرنا پڑا۔ وہ لکھتا ہے کہ:

''قرآن میں فطرت اور کائنات سے بہت سے دلائل اخذ کئے گئے ہیں۔ جن سے مقصود خدا کو اعلیٰ ترین ہستی ثابت کرنا اور بنی نوع انسان کو اس کی اطاعت و شکرگزاری پر متوجہ کرنا ہے۔ اس میں عالم آخرت میں حسنات و سیّئات کا اجر نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی ضرورت، مخلوق پر عبادتِ خالقِ کی فرضیت اور اس کے خوشگوار نتائج وغیرہ نہایت فصیح اور موثر زبان میں مسطور ہیں اور اکثر

مواقع میں حقیقی شاعری کی شان پیدا ہوگئی ہے۔
اسی طرح قیامت کے اعتقاد کی معقولیت بڑے پرزور دلائل سے ثابت کی گئی ہے اور بالخصوص اس کے ثبوت میں اس زمین کی نظیر پیش کی ہے جو مدت مدید سے ویران اور خشک پڑی ہو۔ مگر یک بیک کثرت سے مینہ برسے اور اس میں زندگی و سرسبزی کے نہایت خوشگوار آثار پیدا ہوجائیں۔''

قرآن مردہ عقل اور علم کو زندہ کرتا ہے

محقق عمانوئل ڈی اش (اسرائیلی) کو ارٹرلی ریویو جلد ۱۲۷ نمبر ۲۵۴ میں زیرعنوان ''اسلام'' تحریر فرماتے ہیں:

''ہم اس عجیب کتاب کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس کی اعانت سے عربوں نے سکندر اعظم کے جہان سے بڑا جہان اور روم کی سلطنت سے وسیع تر سلطنت فتح کرلی اور جس قدر زمانہ کہ روم کو فتوحات حاصل کرنے میں درکار ہوا تھا اس کا دسواں حصہ بھی ان کو نہ لگا۔ ایسی کتاب جس کی اعانت سے جملہ بنی سام میں صرف عرب لوگ ہی بہ حیثیت سلاطین یورپ میں آئے تھے۔ جہاں کہ اہل فنیقیہ تاجروں کی حیثیت سے اور یہود پناہ گیروں یا قیدیوں کی طرح آئے تھے۔ یہی عرب لوگ معہ ان پناہ گیروں کے (قرآن کی مدد سے) یورپ کو انسانیت کی روشنی دکھانے کے واسطے نمودار ہوئے تھے۔ یہی لوگ جب کہ تاریکی محیط ہو رہی تھی یونان کی مردہ عقل اور علم کو زندہ کرنے اور اہل مغرب اور اہل مشرق کو فلسفہ، طب، ہیئت اور نظم لکھنے کا خوشنما اور دلچسپ فن سکھانے کے لئے آئے اور علوم جدیدہ کے بانی مبانی ہوئے۔''

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''یہ تبادل (کلام کا ایک حالت سے دوسری حالت کو بدل جانا) جو مثل برق کے تیز و طرار ہیں قرآن کی نہایت عظیم الشان سحربیانیوں میں سے ہیں۔''

قرآن زیادہ ترقی کا ذریعہ ہوسکتا ہے

پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ اپنی کتاب ''پریچنگ آف اسلام'' (دعوت اسلام، صفحات ۳۷۹، ۳۸۱) میں، افریقہ کے ابتدائی مدارس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان مدرسوں میں اگر صرف قرآن پڑھایا جاتا ہے تو وہ بھی ترقی کا کچھ کم ذریعہ نہیں ہے کیونکہ وہ زیادہ ترقی کا ذریعہ ہوسکتا ہے...... عربی زبان کی تحصیل کا ایک یہ فائدہ بھی ہوا کہ افریقہ کے سرداروں کو بجائے اس کے کہ وہ محض اپنی رائے سے حکومت کریں۔ انتظامِ سلطنت کے لئے ایک ضابطہ اور دستور العمل مل گیا اور یہ ایسی تبدیلی تھی جس سے ان کی تہذیب میں ترقی ہوئی، تجارت اور

صنعت بڑھ گئی اور اب سوداگری فقط اس طرح نہ رہی کہ گونگوں کی طرح آئے اور تجارت کے ابتدائی قاعدوں کے مطابق اشیاء کا اشیاء سے تبادلہ کر لیا۔ ...... مسلمانوں کی تاثیر اور اسلام کے طرز حکومت سے جو اس کے ساتھ رائج ہوا' افریقیوں کے ملک میں ایسے بڑے بڑے شہر قائم ہو گئے کہ جس وقت یورپ کے سیاحوں نے شروع شروع میں ان کا حال لکھا تو یورپ کے لوگوں کو اچھی طرح یقین نہ آیا۔''

قرآن بے تعصبی و رواداری سکھاتا ہے

مسز سروجنی نائیڈو نے ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء میں مسجد ووکنگ میں جماعت مسلمین کے روبرو تقریر کرتے ہوئے کہا (اسلامک ریویو جنوری ۱۹۲۰ء)

''محمدﷺ کو جس مذہب کی تبلیغ کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ بے تعصبی اس کا ایک عجیب وغریب پہلو تھا۔ محمدﷺ کے اہل وطن نے سسلی پر حکومت کی اور مسیحی سپین پر سات صدیوں سے زائد زمانہ تک دادِ جہانبانی دی۔ لیکن انہوں نے کسی حالت میں بھی رعایا کے حقِ عبادت و پرستش میں دست اندازی نہیں کی۔ وہ عیسائیت کا احترام اس لئے کرتے تھے کہ قرآن کریم انہیں غیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ کرنا سکھاتا ہے۔ ...... دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کم وبیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں۔ مگر اسلام اس بارہ میں سب سے آگے ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت تعلیمِ اسلام کا سرمایۂ ناز ہے۔ اسی لئے اسلام نے عالمگیر اخوت کا اصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے۔ دنیا اس اصول کی پیروی کرنے سے خوشحال ہو سکتی ہے۔''

قرآن ایک مُصلح اور بنیاد گذار ہے

ڈاکٹر جانسن جس فضل وکمال کا انسان تھا۔ وہ کسی تعلیم یافتہ شخص سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قرآن کریم کے متعلق اس کی رائے ہے کہ:

''اگر وہ شعر نہیں ہے اور یہ کہہ سکنا مشکل ہے کہ وہ شعر ہے یا نہیں تو وہ شعر سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ نہ وہ تاریخ ہے' اور نہ سوانح عمری ہے۔ وہ پہاڑی وعظ (انجیل کا ایک حصہ) کی طرح مجموعہ اشعار بھی نہیں ہے۔ نہ بدھ کی کتاب کی مانند منطقیاتِ مابعد الطبعیات ہیں۔ نہ افلاطون کی مجلسِ عقلاء وحمقاء کی مانند پند وموعظت ہے۔ وہ ایک پیغمبر کی آواز ہے جو گو اول سے آخر تک سامی ہے تاہم اس کے مطالب ایسے عام اور ایسے مناسبِ وقت ہیں کہ زمانہ کی تمام آوازیں طوعاً وکرہاً ان کی متحمل ہو جاتی ہیں۔ اس کی آواز بازگشت محلوں اور ریگستانوں پر' شہروں اور سلطنتوں پر یکساں گونجتی

ہے۔ جو اول تو اپنے انتخاب کردہ قلوب کو فتح عالم پر آمادہ و مستعد کرتی ہے اور اس کے بعد اپنے کو ایک مصلح اور بِنا کن قوت کی شکل میں یوں مجتمع کرتی ہے کہ یونان اور ایشیا کی ساری تخلیقی روشنی عیسائی یورپ کی گرانبار تاریکی میں اس وقت نفوذ کرتی ہے جب کہ عیسائیت محض شب ہائے تاریک کی ملکہ تھی۔''

قرآن ایک تخیل نہیں بلکہ مستقل لائحہ عمل ہے

ڈاکٹر رامداس (رشید الدین خاں) ایم۔اے' پی ایچ ڈی' سابق پرنسپل سناتن دہرم کالج لاہور و پرنس آف ویلز کالج جموں نے شاہی مسجد لاہور میں اپنے قبول اسلام کا بھرے مجمع میں اعلان کرتے ہوئے کہا:

''قرآن حکیم ہی ایک مکمل دستور العمل ہے جو مختلف فرائض کے ہر دائرے میں انسان کی پوری پوری راہنمائی کرتا ہے۔ اُپنشدوں' گیتا اور قرآن حکیم میں مطابقت کے کئی پہلو موجود ہیں۔ گیتا کی دعوت کا منتہا یہ ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے تمام مذاہب کو ترک کر کے صرف خدائے برتر و توانا کے دامن میں پناہ لی جائے۔ یہ حقیقت میں ''الاسلام'' کے اس نورِ ہدایت کی پہلی جھلک ہے۔ جس کی اتمام و تکمیل کی تمام منزلیں قرآن حکیم میں پوری ہوئیں۔ قرآن حکیم کے نزدیک ''الاسلام'' (یعنی اپنے آپ کو رضا و احکام الٰہی کے حوالے کرنا) محض ایک تخیل نہیں ہے۔ بلکہ زندگی کا مستقل لائحہ عمل ہے قرآن حکیم کی دائمی تقدیس کا یہ سب سے بڑا نشان ہے کہ اس نے عملی زندگی کو مرکز و مرجع بنایا اور دوسری چیزوں کو اس کے تابع رکھا۔ تعصّبات کا دور ختم ہو چکا ہے۔ آؤ ہم پھر اس مقدس کتاب یعنی قرآن حکیم کی طرف متوجہ ہوں۔ اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم اس سرچشمۂ ہدایت سے روشنی اور امداد طلب کریں۔ اور ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اس کے حقیقی اور زندہ پیغام تک پہنچیں۔ بنی نوع انسان کی تکمیل اور اعلیٰ ترین فلاح اور کامیابی اسی میں مضمر ہے۔ ''الاسلام'' کسی ایک گروہ انسانی کا مذہب نہیں بلکہ ساری کائناتِ انسانیت کا مذہب ہے۔''

قرآن کی بدولت علم نحو کی تدوین ہوئی اور دختر کُشی موقوف ہوئی

پروفیسر رینلڈ اے نکلسن ایم۔اے فارسی لیکچرار کیمبرج یونیورسٹی و فیلو ٹرنٹی کالج اپنی مشہور تالیف ''تاریخ ادبیات عرب'' (لٹریری ہسٹری آف دی عربز) میں لکھتے ہیں:

''عربی ساری دنیائے اسلام کی متبرک زبان بن

گئی اور یہ یقینی طور پر قرآن کا اعجاز تھا۔......قرآن نے عربی زبان وادبیات پر تحیر خیز اثر ڈالا۔...... متنِ قرآن کو تحریف سے بچانے اوراس کی ناقابل فہم آیات کی تشریح وتوضیح کے لئے مسلمانوں نے نحو اور لغت نویسی ایجاد کی اور زمانہ ماقبل اسلام کے ادبیات وروایات کو جمع کر کے ان کو ہلاکت سے بچالیا۔(دیباچہ تاریخ ادبیات عرب' صفحہ۲۳'۲۴)۔

''قرآن کو ہر مسلمان طالب العلم جب وہ سکول میں داخل ہوتا ہے' پڑھتا ہے' اسے روزانہ نمازوں میں دہراتا ہے اور اس طرح قرآن کا اثر ایک مسلمان کی زندگی پر اس درجہ ہوتا ہے کہ ایک معمولی عیسائی اس کو محسوس نہیں کرسکتا۔'' (دیباچہ' صفحہ۲۵)

''اسلام نے اس قسم کی وحشت (دختر کشی) کا خاتمہ کردیا۔جس کی قرآن نے صریح ممانعت کی ہے۔'' (تاریخ ادبیات عرب' صفحہ۹۱)۔

قرآن کی تعلیمات نے انقلاب پیدا کردیا

پارسی جماعت کے مایہ ناز لیڈر سر فیروز شامہتہ ایم اے' ایڈیٹر ''جامِ جمشید'' اپنی مشہور تصنیف ''مذہب کی روشنی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''قرآن مسلمانوں کی ایک مذہبی کتاب ہے۔اس کتاب کو عزت واحترام کا جو درجہ حاصل ہے وہ شاید کسی کتاب کو حاصل نہیں ہے۔ یہ ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی' جب ہر طرف ایک ہولناک تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ہر طرف ظلم وستم کا طوفان برپا تھا۔

عرب' جہاں حضرت محمدﷺ پیدا ہوئے اور جہاں اس کتاب کی سب سے پہلے اشاعت ہوئی۔ ساری دنیا سے زیادہ خراب حالت میں تھا۔ وہاں کوئی باضابطہ حکومت نہ تھی۔ وہاں کے باشندے درندوں کی طرح معمولی باتوں پر لڑتے تھے اور یہ لڑائیاں صدیوں تک جاری رہتی تھیں۔ بت پرستی اور ڈاکہ زنی عرب کے باشندوں کا دلچسپ مشغلہ تھا اور ان کی فطرت اس قدر مردہ ہوگئی تھی کہ وہ اپنی سیاہ کاریوں پر فخر کرتے تھے۔ یورپ جسے آج اپنی ترقی پر ناز ہے۔ وہ بھی نہایت ذلیل حالت میں تھا۔اس کے ہر گوشہ میں جہالت کی حکمرانی تھی اور اخلاقی قوانین درہم برہم ہوگئے تھے اور وہاں نسلِ انسانی کا کوئی شرف باقی نہیں رہا تھا۔ ان حالات میں ہدایت کا سورج چمکا۔حضرت محمدﷺ نے قرآن کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔اس کی عام فہم تعلیمات نے دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا اور انصاف اور تہذیب کی روشنی پھیل گئی۔'' (مذہب کی روشنی' صفحہ۱۱۰)۔

قرآن کی تعلیم تمام دینی و دنیوی ترقیوں کا سرچشمہ ہے

مسٹر ایچ۔ایس لیڈر نے اپنے لیکچر کے دوران میں جو ''عربوں کا احسان تمدن پر'' کے عنوان سے اورینٹل لٹریری سرکل لندن میں دیا۔فرمایا:

''ذرا ایک نظر ان اصولوں کو دیکھیں۔ جو عربوں کے اس وقت پیش نظر تھے۔ جب کہ وہ ایک فاتح قوم کی حیثیت سے گذر کر ایک امن و ترقی بخش قوم کی شان اختیار کرنے لگے تھے تو اس کے لئے ہمیں قرآن و حدیث کی جانب رجوع کرنا ہوگا۔''

''ان (مسلمانوں) کے بچوں کی تعلیم قرآن کی تعلیم سے شروع ہوتی تھی جو ان کے نزدیک تمام دینی و دنیوی ترقیوں کا سرچشمہ تھی۔تعلیم قرآن سے ان کے یہاں فلسفہ و حکمت کے مدارس پیدا ہوئے اوران مدارس نے بڑھ کر یونیورسٹی کی شکل اختیار کی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ وسط افریقہ جو اس براعظم کا دور افتادہ ترین حصہ ہے جس کو اس بیسویں صدی کی روشنی کے زمانہ میں تاریک براعظم کہا جاتا ہے۔ وہ ترقی کے اعتبار سے اپنے عہد کی بڑی سے بڑی یورپین سلطنت سے بہتر تھا۔''

قرآن نے ایک مخصوص نظامِ تہذیب وتمدن پیدا کیا

مسٹر ای۔ڈی ماریل نے ۱۹۱۲ء میں ''رائل سوسائٹی آف آرٹس'' میں ایک لیکچر ''شمالی نائجیریا'' پر دیا تھا۔اس میں مسٹر موصوف نے کہا تھا:

''اس قوت اور طاقت سے اغماض کرنا بے سود ہے۔جس نے بہیئت مجموعی ان قوموں کے معیار کو بہت اعلیٰ و ارفع بنا دیا ہے۔جن میں کہ اسلام جڑ پکڑ کر نشو و نما پا رہا ہے۔ وہ افریقہ کے حبشیوں کے دلوں میں تہذیب و شائستگی کی روح پھونکنے' سول گورنمنٹ کا نظام اور حدودِ عدالت قائم کرنے میں بڑا معاون ثابت ہوا ہے۔اس نے ان میں ایک ایسا نظام تہذیب وتمدن پیدا کیا ہے جو ان اقطاع میں مفقود ہے جہاں ابھی تک اسلام کی روشنی نہیں پہنچی۔لوگوں کے فوائد و اغراض کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ حکومت برطانیہ اس کو قائم رکھ کر اس کے مضبوط وطاقتور بنانے کی کوشش کرے۔''

''اسلام کی قوت اور طاقت کی بنا قرآن ہے۔ قرآن ہی پیروانِ ملتِ بیضا کا قانون اساسی ہے۔ وہی ان کا دستور العمل ہے اور وہی ان کے حقوق کی دستاویز ہے۔''

قرآن کی بدولت صدیوں کی گمراہی لمحوں میں کافور ہوگئی

پنڈت شانتا رام بی۔اے پروفیسر اندرا کالج بمبئی اپنی گرانقدر تصنیف ''حضرت محمدﷺ صاحب کا جیون چرتر'' میں لکھتے ہیں:

''میں نے کئی سال تک اس پر غور کیا کہ آخر اسلام نے کیوں ایسی حیرت انگیز ترقی حاصل کی اور کن اسباب کے ماتحت قرآن کو ایسی شہرت اور کامیابی حاصل ہوئی۔ آخر میں نے اس کے انگریزی ترجمہ کو پڑھا تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کی تعلیمات نہایت آسان، عام فہم اور انسان کی فطرت کے مطابق ہیں۔ ایک ہٹ دھرم بھی اس کی تعلیمات میں کوئی ایسا عیب نہیں بتلا سکتا جو انسانی تہذیب کے معیار سے گرا ہوا ہو۔

قرآن نے عرب کے ان جاہلوں کی زبردست اصلاح کی جو کسی کا پیامِ ہدایت سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس نے ایسے دل کش انداز میں ہدایت کا پیام دیا کہ صدیوں کی گمراہی چند لمحوں میں کافور ہوگئی۔ وہی جاہل عرب جو ذرا ذرا سی بات پر اپنے بھائیوں کا خون بہایا کرتے تھے۔ امن و عافیت کے علمبردار بن گئے۔ یہ حیرت انگیز کامیابی ہے۔'' (صفحہ ۱۴۸)۔

قرآن کو سن کر انسان بے اختیار سجدہ میں گر پڑتا ہے

جان جاک ریسک مشہور جرمن فلاسفر جس نے مقاماتِ حریری تاریخ ابو الفدا' اور معلقہ طرفہ وغیرہ عربی تصنیفات کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور ان پر حواشی لکھے ہیں' لکھتا ہے:

''بعض لوگ تھوڑی سی عربی سیکھ کر قرآن کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اگر انہیں اپنی خوش نصیبی سے کبھی یہ موقع حاصل ہوتا کہ آنحضرتﷺ اپنی فصیح زبان اور موثر لہجہ میں قرآن کی کوئی سورۃ پڑھ رہے ہیں۔ جس کا دلوں پر بجلی کا اثر ہوتا ہے اور جب کسی آیت کے متعلق یہ احتمال ہوتا ہے کہ سامعین اس کے حقیقی مفہوم تک رسائی حاصل نہیں کرسکیں گے تو اپنی معجز نما قوتِ بیان سے اس کی توضیح فرما دیتے ہیں تو یقیناً یہ شخص بے اختیار سجدہ میں گر پڑتا اور سب سے پہلی آواز اس کے منہ سے یہ نکلتی کہ پیارے نبی' پیارے رسول خدا! علیک الصلوٰۃ والسلام۔ میرا ہاتھ پکڑ لیجئے' اور مجھے اپنے پیرؤوں میں شامل کرنے کی عزت اور افتخار سے مشرف کرنے میں دریغ نہ فرمایئے۔''

قرآن معبودِ باطل کی طرف سے پھیر کر خدائے واحد کی طرف لاتا ہے

تھیوڈور نولڈیکی اپنی مشہور تالیف ''جیشش دلیس قرآنس'' Geschichte des Qoranus' ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۵۶ میں لکھتا ہے:

''مکی سورتوں میں محمد ﷺ کا مقصد اولیٰ صرف یہ ہے کہ لوگوں کو ترغیب و تحریک کے ذریعہ معبودانِ باطل سے پھیر کر ایک خدا کی طرف لایا جائے۔ گفتگو کا مطمح نظر خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اس کی تہ میں حقیقتاً یہی خیال مخفی ہوتا ہے لیکن اپنے سامعین کو منطقی دلائل سے قائل کرنے کے بجائے ان کے دلوں پر قوتِ تخیل کے ذریعہ سے اثر ڈالنے کے لئے ہمیشہ فصاحت و بلاغت کا استعمال کرتا ہے۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر وہ خدا کی تقدیس کرتا' قلمرو قدرت اور دنیائے تاریخ میں اس کی مرصع کاریوں کے تذکار سے کام لیتا اور دوسری طرف اصنام کی کمزوری کا مضحکہ اڑاتا ہے۔ دینداروں کی ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی مسرتوں اور گنہگاروں کی تکلیفوں کے حالات خصوصیت سے اہم ہیں۔ یہی باتیں' بالخصوص موخر الذکر ہی تبلیغ اسلام کے زبردست ترین اسباب سمجھنے چاہئیں۔''

صفحہ ۷۸ میں لکھتا ہے:

''قرآن کی سب سے شاندار سورتیں وہ ہیں جن میں روزِ حشر کی آمد کی خبر سن کر مادرِ قدرت کا لرزہ براندام ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم زمین کو ابھرتے اور پھولتے ہوئے پہاڑوں کو گرد و غبار میں تبدیل ہوتے اور ستاروں کو انتہا درجہ کی بے ترتیبی کے ساتھ منتشر و پراگندہ ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔''

قرآن سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے

یہی مستشرق ''انسائیکلو پیڈیا برطانیکا'' (طبع نہم) کی جلد ۱۶ کے صفحہ ۵۹۷ میں لکھتا ہے:

''قرآن مجید اسلام کی بنیاد ہے اور یہ کروڑوں انسانوں کی مقدس کتاب ہے۔ جن میں سے بعض تہذیب قدیم کی یادگار قومیں بھی ہیں۔ عبادات میں' درس گاہوں میں اور دوسرے طریقوں پر قرآن کی تلاوت بے نظیر وسعت کے ساتھ کی جاتی ہے۔ نمونتہً بائبل کو لیجئے۔ عیسائی ممالک میں جتنی اس کی اشاعت ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اسلامی ممالک میں قرآن حمید کو قبولیت حاصل ہے۔ غرض قرآن حمید الہامی کتابوں میں سب سے زیادہ

پڑھی جانے والی کتاب ہے۔''

قرآن ہر زمانہ میں، ہر سلطنت، ہر جماعت اور ہر متنفس کی راہنمائی کرتا ہے

مسٹر سٹینلے لین پول اپنے مقدمہ ''منتخبات القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''مدنی سورتیں خاص طور پر دلچسپ ہیں۔ بالخصوص اس لئے کہ ان میں وہ قوانین مسطور ہیں جنہوں نے ہر ایک اسلامی سلطنت کی رہبری، ہر ایک سوسائٹی کی اصلاح اور پیغمبر اسلامﷺ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک تمام اقطاع عالم میں ہر ایک مسلم اور مسلمہ کے چھوٹے سے چھوٹے افعال و اعمال کی راہنمائی کی ہے۔ قرآن کا وہ حصہ جس میں مدنی آیات ہیں اگر اس پر بحیثیت ایک مذہبی دستور العمل اور ایک ضابطہ اخلاق کے نظر ڈالی جائے تو وہ اسلام کے لئے قرآن کا اہم ترین حصہ قرار پاتا ہے۔ سب سے اول جو وحی مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جو ایک عظیم و جلیل مذہب میں ہونا چاہئے اور جو ایک بزرگ انسان میں خالص ترین صورت میں موجود تھا۔''

قرآن نے پوپ کی جابرانہ حکومت مٹادی

یہی مشہورِ آفاق مؤرخ اسپین کے مسلمانوں کی حیرت انگیز ترقی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جب اسلام قرآن کی نورانی مشعل لے کر دنیا کی ظلمت گاہوں کو منور کر رہا تھا یورپ جہالت، اصنام وتوہم پرستی، تعصب اور باہمی اختلافات میں گھرا ہوا تھا۔ لیکن دسویں صدی اس کی تاریخ میں ایک نئے انقلاب کی داغ بیل ڈالنے والی تھی۔ ......

اب وہ زمانہ نہیں رہا تھا کہ قرآن سے یورپ ناآشنا ہوتا۔ اس کی تعلیم آہستہ آہستہ اہل مغرب کے دلوں سے زنگِ جہالت دور کر رہی تھی۔ قرآن کے مطالعہ کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو اسلام کے اخلاق کا کبھی نہ مٹنے والا نقش ان کے دلوں پر قائم ہو گیا اور دوسری طرف پاپائے روم کی جابرانہ حکومت اور اقتدار کے استیصال کا جذبہ دل میں پیدا ہو گیا۔ سرفروشوں کی کوششیں دولتِ روما کو نہ صرف سرنگوں کر کے رہیں بلکہ ایک آزاد فرقہ قائم ہو گیا۔ جس کا بانی لوتھر تھا۔ لوتھر نے اطالیہ کے جامعتہ العلوم میں تعلیم پائی تھی۔ جہاں عربی فلسفہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔''

قرآن نے انسانوں کے اعتقاد اور چلن پر نمایاں اثر ڈالا ہے

مسٹر جے۔ ٹی۔ بٹانی ایم۔اے اپنی تالیف

''محمد نزم اینڈ ریلیجنز آف میڈیٹرینئن کنٹریز'' (اسلام اور مذاہب ممالک بحیرہ روم میں) میں لکھتے ہیں:

''قرآن میں اور جو کچھ بھی نقائص ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے عربی کو ایک ادبی زبان بنا دیا ہے۔ اس نے بے حد وشمار انسانوں کے اعتقاد اور چلن پر نمایاں اثر ڈالا ہے اور وہ آج کے دن روز افزوں تعداد افراد انسانی سے تعظیم وانقیاد کا خراج وصول کرتا ہے۔'' (صفحہ ۱۱۲)۔

''قرآن کا اثر بطور ایک تعلیم دہندہ کے افریقہ میں نہایت نمایاں ثابت ہوا ہے۔ جہاں اس نے منتشر عناصر کو باہم مربوط کرنے' غور وفکر اور عبادت و پرستش کے لئے ایک مشترک سطح بہم پہنچانے اور بت پرستی کی خلاف عام مخالفت وعداوت کا طوفان برپا کرنے کا فرض خاص طور سے انجام دیا ہے۔'' (صفحہ ۱۸۰)۔

قرآن سیاستہائے قدیم وجدید کا گنجینہ ہے

قونصل جنرل جاپان مقیم مصر نے بندر سعید کی مسجد میں قرآن کا درس سننے کے بعد علمائے کرام کے روبرو بیان کیا:

''اگر مسلمانانِ شرق وغرب احکام قرآن کریم کی مضبوطی سے پابندی کریں اور ان پر پورا پورا عمل پیرا ہو جائیں تو یہ لازمی اور لابدی ہے کہ وہ حیاتِ دینی و سیاسی اور تمام امور اجتماعی کے اندر بہت بڑی فوقیت حاصل کر لیں کیونکہ میرا یہ یقین ہے کہ قرآن سیاست ہائے قدیم وجدید کے خزانوں کا گنجینہ ہے اور کتب مقدسہ میں جامعیت کے لحاظ سے یگانہ اور اپنی مثال آپ ہے۔''

''قرآن کریم کے کئی ترجمے مجھ تک پہنچے ہیں اور ایک انگریزی ترجمہ اس وقت بھی میرے ہاتھ میں آیا ہے اور میں اس کے مطالعہ میں مصروف ہوں۔ اس کتابِ مقدس کی حکمتِ بالغہ اور تنظیم عالی کے مطالعہ سے میں دریائے حیرت میں غرق ہو جایا کرتا ہوں۔''

''میں مسلمانوں کی اس غفلت پر سخت متعجب رہتا ہوں کہ وہ امور دینی کا اہتمام اور اصول اسلامی پر عمل کما حقہ نہیں کرتے ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر مسلمان صدق وخلوص کے ساتھ احکام و اصولِ اسلام کی پابندی کریں تو یہ قوم حتماً ترقی و تعالٰی کی انتہائی منزل تک پہنچ جائے گی۔'' (اخبار ''حمایت اسلام'' لاہور' مطبوعہ ۱۳۱ کتوبر ۱۹۳۵ء)۔

قرآن ذات پات کے امتیازات کا واحد علاج ہے

پروفیسر و دیجا داس ''مسلم آوٹ لک'' (لاہور) میں رقم فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم بلاریب ایک ہندو کے لئے ایک نہایت بیش بہا خزانہ ہے۔قرآن بنی نوع انسان کے ہر فرد کے لئے ظاہر ہوا۔صرف ان لوگوں کی ہدایت کے لئے نہیں جو مسلم کہلاتے ہیں۔اس نے حکم دیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو مالک ومعبود نہ قرار دے۔قرآن کی پیش کردہ اخوت ومساوات جمہوریت کی جان ہے اور ذات پات کے امتیازات کا واحد اور یقینی علاج قرآن اور صرف قرآن ہے۔‘‘

پروفیسر موصوف اخیر میں لکھتے ہیں کہ:

’’آہ۔ وہ وقت کب آئے گا جب ہم ہندو‘ مسلمان‘ عیسائی قرآن کے بے بہا نصائح کو سنہری حروف سے اپنے دل پر نقش کرلیں گے اور ان نصائح وحِکم پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔‘‘

قرآن کی مواخات

مشہور مصنف وافسانہ نویس ایچ۔جی ویلز لکھتا ہے:

’’قرآن کو یورپ والوں نے بہت کم پڑھا ہے اور جہالت کی وجہ سے اس سے ایسی بہت سی باتیں منسوب کرتے ہیں جو دراصل اس میں نہیں ہیں۔

’’قرآن نے اللہ کے حکم کے ماتحت اسلام کو سخت مواخات میں جکڑ رکھا ہے اور یہ مواخات ایسی ہے کہ جونسل‘ رنگ‘ زبان کے امتیازوں سے ارفع ہے اور اس کے سامنے مسیحی بھائی چارہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ وہ فتوحات جنہوں نے اہل عرب کو اس قابل بنا دیا کہ وہ علم جمادات‘ علم ہندسہ‘ علم نجوم‘ علم تعمیر‘ فنون لطیفہ اور فلسفہ کو اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیں۔صرف اس وجہ سے حاصل ہوئیں کہ قرآن کی تعلیم متحد کرنے والی اور مزید دولت وفضل وہنر کے لئے اشتیاق دلانے والی تھی۔‘‘

قرآن نے غلاموں کو غلامی سے نجات دلائی

انگلستان کے مشہور اہل قلم مسٹر چارلس اوڈن برٹن ’’لندن ٹائمز‘‘ کی اشاعت ۲ نومبر ۱۹۳۳ء میں غلامی پر ایک مبسوط مضمون کے دوران میں لکھتے ہیں:

اگر ہم اپنی بائبل (توریت۔زبور اور انجیل) کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں بھی غلامی کی قدیم رسم پائی جاتی ہے۔ پولوس رسول یہ نہیں کہتا کہ عیسائیت قبول کرنے والے غلاموں کو آزاد کر دیا جائے بلکہ یہ کہتا ہے کہ ان کو اپنے آقاؤں کے پاس واپس بھیج دیا جائے۔

غلامی کی اس بدترین رسم کی موجودگی میں یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم نے غلاموں کے ساتھ مہربانی اور حسن سلوک کی تعلیم دی ہے اور اعلان کر دیا ہے کہ غلاموں کو آزاد کرنا ایک عظیم اور نیک کام

ہے۔''

قرآن امن وسلامتی کا مذہب پیش کرتا ہے

پادری والرمیسن ڈی ڈی نے پٹس برگ کے گرجا میں ''امن عالم کا صحیح راستہ'' کے موضوع پر لیکچر دیتے ہوئے عیسائیت کے متعلق لکھا کہ: ''وہ ایسے ممالک میں بھی امن قائم کرنے سے قاصر ہے جن میں عیسائی ہی آباد ہیں اور اسلام کی ان الفاظ میں تعریف کی:

''ان (مسلمانوں) کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے۔ ایک امن وسلامتی کا مذہب ہے اور اس کا نام اسلام ہے۔ جو شخص اسلام کی پیروری کرتا ہے۔ وہ مسلم کہلاتا ہے۔ یعنی وہ شخص جو خدا کے ساتھ صلح کرتا اور خلقِ خدا میں امن قائم رکھتا ہے۔ مسلمان ایک دوسرے کو سلام کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ السلام علیکم یعنی تم امن و عافیت سے رہو۔''

(اسلامک ریویو۔ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۴۷۵)۔

قرآن واقعی ایک معجزہ ہے

بوسورتھ سمتھ اپنی تالیف ''سیرت محمدؐ'' میں اعتراف کرتے ہیں کہ:

''ایک ایسی خوش طالعی سے جس کی نظیر تاریخ عالم میں قطعاً نایاب ہے۔ (حضرت) محمدﷺ ایک قوم اور ایک سلطنت کے ساتھ ہی ایک مذہب کے بانی ہیں۔ باوجودیکہ حضورﷺ خود امی تھے۔ پھر بھی حضورﷺ نے ایک ایسا صحیفہ مقدس دنیا کے روبرو پیش کیا جو نظم بھی ہے، ضابطہ قوانین بھی ہے اور انجیل کی طرح ایک مشترکہ نماز و دعا کی کتاب ہے۔ دنیا کی تمام آبادی کا چھٹا حصہ دانش، فصاحت اور صداقت کی پاکیزگی کے اعتبار سے اسے ایک معجزہ سمجھ کر آنکھوں سے لگاتا اور اس کی تعظیم وتکریم کرتا ہے محمدﷺ کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب مقدس ان کا مستقل اور دائمی معجزہ ہے اور واقعی یہ ایک معجزہ ہے۔''

قرآن اللہ تعالیٰ کا ازلی وابدی کلام ہے

ایک اہل قلم فرنگی خاتون اٹک اینچ کال اپنی کتاب موسومہ ''اسلام'' کے صفحہ ۶۱ میں لکھتی ہیں:

''قرآن کریم دیگر کتب سماویہ پر فوقیت رکھتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا دائمی وابدی کلام ہے اور اب دنیا کے لئے کسی ایسی صداقت کی ضرورت نہیں جو اس کے بعد نازل ہونی ضروری خیال کی جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا آخری الہام ہے۔ جو بنی نوع انسان کے لئے نازل ہوا۔ انسانی زبان کا اصل ذریعہ عربی زبان ہی ہے اور چونکہ اس زبان کا ہر ایک لفظ منجانب اللہ ہے۔ اس لئے خود اس کے الفاظ نہایت پاکیزہ، متبرک اور مطہر ہیں۔ یقین کیا جاتا

ہے کہ قرآن میں آج تک ایک نقطہ کی بھی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان تمام اوراق کو جن پر قرآن کریم لکھا ہوا تھا۔ بکمال احتیاط وحفاظت آنحضرت کی وفات کے بعد جمع کرلیا گیا تھا۔اس سے بڑھ کراور کوئی کتاب الہامی ہونے کا حق نہیں رکھتی۔''

قرآن کا طرزِ بیان پُرزوراور حیرت انگیز ہے

انگریزی زبان کے یگانہ ادیب جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw) نے ممباسہ میں مشہور مسلم مشنری مولانا ایم۔اے۔اے صدیقی سے ''فلسفہ امن وجنگ اور اسلام کا نظام مذہبی'' پر گفتگو کے دوران میں فرمایا:

''میں قرآن کے پرزوراور حیرت انگیز طرزِ بیان کا بے حد معترف ہوں۔اس آیہ میں کیسی دلکش اور دلآویز فضیلت اور خوبصورتی پائی جاتی ہے۔جس میں میدان حشر کا نہایت ہولناک نقشہ کھینچا گیا ہے اور اطفال کُشی کے بیان کو زندہ دفن یا قتل کئے جانے کو معصوم بچے سے یہ سوال پوچھ کر کس قدر قوت اور رنگینی کے ساتھ ختم کردیا گیا ہے کہ ''تجھ کو کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا تھا۔''

میری رائے میں لوگوں کے دلوں پر ایک حقیقی اور پائیدارنقش قائم کرنے کے لئے یہ ایک نہایت موثر طریقہ ہے۔'' (اخبار اسٹار الہ آباد' ۱۸ جنوری ۱۹۳۷ء' ص ۵ کالم ۲)۔

قرآن غریب آدمی کا دوست اور غمخوار ہے

گاڈفری ہیگنس لکھتا ہے:

''مسیح کی انجیل کی طرح قرآن غریب آدمی کا دوست اور غم خوار ہے۔ بڑے آدمیوں کی ناانصافی کی ہر جگہ مذمت کرتا ہے۔وہ آدمیوں کی باعتبار مدارج کے توقیر نہیں کرتا۔ یہ امر اس کے مصنف کی (خواہ وہ عرب کے نامی پیغمبر محمدؐ ہوں۔خواہ ان کے خلیفہ عثمانؓ) لازوال نیک نامی کا باعث ہے۔اس میں ایسا ایک حکم بھی نہیں پایا جاتا جس میں پولیٹیکل خوشامد ورواداری کی طرف ذرا سا بھی میلان ہو۔جیسا کہ ''ویسٹ منسٹر ریویو' میں منصفانہ رائے دی گئی ہے' کہ اگر خودمختار وجابر ایشیائی فرمانرواؤں کوان کے ارادہ سے کبھی کوئی چیز روک سکتی ہوتو وہ غالباً قرآن کی ایک بے تکلف آیت کسی ذی جرأت واعظ کی زبانی ہوگی۔''

قرآن ہی صرف اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے

بیرونس مارگرٹ فان سٹائن Baroness Margarette Von Stein جرمنی کی ایک فصیح البیان

۱؎ گاڈفری ہیگنس اگرقرآن کازیادہ عمیق نگاہوں سے مطالعہ کرتے تواس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے۔(مولف)

مقررہ تھیں۔ جنہوں نے تمام مذاہب کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ ۱۸مئی ۱۹۳۴ء کو انہوں نے ''مذہب کے مشترکہ اصول'' پر مسجد برلن میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''حضرت موسیٰ نے ادلہ کے بدلہ کی تعلیم دی اور حضرت عیسیٰ نے درگذر اور معافی کی۔ لیکن حضرت محمدﷺ نے اپنی تعلیم میں ان دونوں کو ملا دیا۔ اسی طرح اگرچہ تمام مذہبی صحائف خدا کی طرف سے نازل ہوئے۔ تاہم صرف قرآن کریم ہی ایک ایسا آسمانی صحیفہ ہے۔ جس میں ذرا بھی رد و بدل نہیں ہوا اور وہ اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔''

قرآن عظمت و تقدس کے لحاظ سے یکتا ہے

میجر لیونارڈ اپنی تالیف ''اسلام اور اس کی اخلاقی اور روحانی قدر و قیمت'' میں لکھتے ہیں:

''ہر مسلمان کے لئے قرآن کریم میں کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے ایک ایسی شان تقدس جلوہ افروز ہے جو اس عظمت سے جو عیسائیوں کے دلوں میں انجیل کے لئے ہے اسی قدر فائق اور برتر ہے جس قدر کہ آفتاب کی خیرہ کن روشنی ماہتاب کی ہلکی سی ضیا سے' جو اصلی و حقیقی (آفتاب کی) روشنی کا ایک کم ضو عکس ہے' افضل و اعلیٰ ہے۔ اگر کسی کتاب کی عظمت و تقدیس کا اندازہ ان نتائج و اثرات سے کیا جائے جو وہ بہترین و قابل ترین انسانی دماغوں پر نقش کرتی ہے۔ تو یقیناً قرآن کریم کی دنیا کی بہترین و مقدس ترین کتابوں میں بلند و ممتاز جگہ ملے گی۔''

قرآن جامع فوائد دین و دنیا اور ضرور منجانب اللہ ہے

ڈاکٹر کینن آئزک ٹیلر اپنی تصنیف ''التواریخ'' میں لکھتے ہیں:

''ان لڑائیوں کو کروسیڈ یا جہاد مقدس کہتے ہیں اور بہت سی پیش گوئیاں ہیں جو سب مطابقِ ارشاد ظہور میں آئیں۔ بانی (ہادی) اسلام حضرت محمد (رسول اللہﷺ) کو کسی نے پڑھایا نہ لکھایا۔ حضور کے والد قبل ولادت ہی انتقال کر چکے تھے۔ والدہ کو بھی بحالتِ ہوش نہ دیکھا۔ نہ کسی حکیم و فلاسفر کی صحبت سے واسطہ رہا۔ ان حالات پر ایسی مکمل شریعت کا ظاہر ہونا اور قرآن جیسی کتاب فصیح و بلیغ جامع جمیع فوائد دین و دنیا کا نازل ہونا منجانب اللہ نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسی یتیمی مسکینی کی حالت میں تمام جزیرہ نمائے عرب میں اس زور شور سے توحید کا ڈنکا بجنا دین اسلام کا تمام دنیا میں پھیل جانا۔ بڑے بڑے بادشاہوں کا مطیع و فرمانبردار ہونا۔ قدموں پر گرنا' صاف صاف اور کھلی ہوئی دلیل

دین اسلام کے منجانب اللہ ہونے کی ہے۔ آنخضرتﷺ کے سچے نبی ہونے اور قرآن کے کتاب ربانی ہونے کی دلیل ہے۔''

قرآن تہذیب وتمدن کی بنیاد ہے

ڈاکٹر کینن آئزک ٹیلر نے ۱۸۷۷ء میں بحیثیت صدر نشین کلیسائے انگلستان ایک تقریر کی تھی۔ جو اسی زمانہ میں لندن ٹائمز میں شائع ہوئی تھی۔ اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے۔ جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے۔ جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو۔ اس کو سیکھے۔ جو بتاتا ہے کہ صاف کپڑے پہنو اور صفائی سے رہو۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال و استقامت وعزت نفس نہایت لازمی فرض ہے۔ بے شبہ دین اسلام کے فوائد ومنافع یقینی ہیں اور اس کی خصوصیات شائستگی وتمدن کی سب سے بڑی بنیاد بلکہ ارکانِ اعظم ہیں۔''

قرآن سیاسی اور اجتماعی زندگی کی توضیح کرتا ہے

علامہ مغنی مسیحی مستشرق مقدمہ ''ترجمۃ القرآن'' میں لکھتا ہے:

''مسلمانوں کا راہنما محض قرآن ہے اور وہ صرف مذہبی کتاب نہیں بلکہ علم وادب کا مجموعہ ہے۔ جس کے اندر تم کو سیاسی واجتماعی زندگی پر مفصل بیانات کا ذخیرہ ملے گا۔ یہی نہیں بلکہ وہ انسان کے روزانہ وظائف اور امور متعلقہ کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ جو اسلامی احکام قرآن میں بالوضاحت مرقوم ہیں۔

قرآن نے بیوگان کو سب سے زیادہ حقوق دیئے ہیں

ایوولیوشن آف میرج اینڈ آف دی فیملی "Evolution of the Marriage & of the Family." کے مصنف صفحہ ۲۵۹ میں لکھتے ہیں:

''حقوق بیوگان کے معاملہ میں قرآن کی تعلیم دیگر کتب حتیٰ کہ انجیل تک سے بھی بہت بلند ہے۔ اسلامی شریعت خاوند کی وفات کے بعد عورت کو وارث قرار دیتی ہے۔ خاوند اگر اس سے کوئی اولاد چھوڑ جاتا ہے تو اسے جائیداد کا آٹھواں حصہ ملتا ہے اور لاولد ہونے کی صورت میں وہ کل جائیداد کے چہارم حصہ کی حق دار ہوتی ہے۔''

قرآن خدا کی طرف سے ایک مکمل ضابطہ ہدایت ہے

مشہور فلاسفر و محقق جارج ہاٹسن اپنی

تصنیف ''اے لیکچر آن اسلام'' میں لکھتا ہے:

''میں اس بات پر حیران ہوں کہ ایک اُمی رسول نے جو ظاہری علوم سے ناآشنا تھا۔ قرآن جیسا مکمل ضابطہ ہدایت دنیا کے سامنے کیونکر پیش کیا۔ یہ قانون بے شبہ خدا کی طرف سے ہے اس کی یہ خصوصیت ہی لائق توجہ ہے کہ یہ قانونِ ہدایت تقریباً ساڑھے تیرہ سو برس سے بالکل اپنی اصلی شان کے ساتھ موجود ہے۔ کیا یہ اس کے خدا کی طرف سے ہونے کی ایک چمکتی ہوئی دلیل نہیں ہے۔''

قرآن عربی زبان کا اعلیٰ نمونہ ہے

بنجمن ای سمتھ اے۔ایم۔ایل۔ایچ ڈی۔اپنی تالیف ''سینچری سائیکلو پیڈیا آف نیمز'' (صفحہ ۷۷۵) میں لکھتے ہیں:

''یہ ایک نہایت اہم بنیاد ہے۔ جس پر مذہب اسلام قائم ہے اور تمام فرقہ ہائے اسلام اس کی غایت درجہ کی تحریم وتکریم کرتے ہیں۔ تلاوت کے وقت اس کو فرش سے بلند رحل پر رکھا جاتا ہے اور کوئی شخص اس کو طہارت کے بغیر پڑھ اور چھو نہیں سکتا۔ وہ عربی زبان میں ہے اور اس کا طرز تحریر عربی زبان کا اعلیٰ نمونہ ہے۔''

قرآن قابلِ تعریف اصول پر مشتمل ہے

''ہربٹ لیکچرز'' میں یہ فقرات موجود ہیں:

''اسلامی قانون قابلِ تعریف اصول پر مشتمل ہے اور زیادہ قابل تعریف امر یہ ہے کہ اسے ان اصول کی تعمیل اور انجام دہی کی زبردست حمایت میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

''شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ جن فضائل واعمال کی اس میں ہدایت کی گئی ہے وہ ایسے برگزیدہ اور شائستہ ہیں کہ کسی مشہور مسیحی قسیس کی ہدایتیں بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔''

قرآن نے وحشی درندوں کو انسانِ کامل بنایا

یورپ کا ایک مشہور ادیب ڈاکٹر سی۔ ایم ینگ اپنی مشہور تصنیف ''دی لائٹ آف ہولی قرآن'' میں یہ لکھتا ہے:

''اگر یہ مقدس کلام خالق ارض وسما کی طرف سے نہ ہوتا تو اس کی آواز میں تاثیر نہ ہوتی اور یہ ہزاروں انسانوں کی اصلاح نہ کرسکتا لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کلام نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور اس نے وحشی درندوں کو انسان کامل بنا دیا تو ہم اس کی صداقت پر یقین کرنے کے لئے مجبور

ہوتے ہیں۔''(صفحہ ۱۲۷)۔

قرآن کے حسن وخوبی سے صرف بے عقلوں کو انکار ہے

لندن کا مشہور ہفتہ وار اخبار ''نیر ایسٹ'' اپنی ۱۳ اپریل ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''ہم محمد ﷺ کے تعلیم و ارشاد کے متعلق خواہ کچھ خیال کریں مگر یہ ہمیں ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نزول و ترتیب کے لحاظ سے قرآن کریم ایک محیر العقول اور معجز نما صحیفہ ہے اور اگرچہ اس کی زبان اور خیالات جو اس میں درج ہیں ہماری اپنی زبان اور خیالات سے بہت مخلف ہیں۔لیکن اگر ہم ان کی قدرو قیمت اور عظمت وفضیلت اور اکثر حالات میں ان کی حسن و خوبی (خواہ یہ خیالات ترجے کی صورت میں ہمارے سامنے پیش کئے جائیں) کو تسلیم نہ کریں تو ہم فی الحقیقت عقل و دانش سے بیگانہ ہیں۔''

(جاری ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منصور سرمدیؔ، راولپنڈی
mansoor_sarmadi@yahoo.com

شُد پریشاں خوابِ من از کثرتِ تعبیرھا (۳)

(فکر غامدیؔ پہ اِک نظر)

(نوٹ: ربطِ مضمون کے لئے گذشتہ دسمبر وجنوری کے شمارے ملاحظہ کیجئے)

میں ہوں نومید تیرے ساقیانِ سامری فن سے
کہ بزم خاوراں میں لے کے آئے ساتگیں خالی
نئی بجلی کہاں اُن بادلوں کے جیب و دامن میں
پُرانی بجلیوں سے بھی ہے جن کی آستیں خالی

(اقبالؒ)

دین کا ماخذ؟

روایتی اسلام کی رو سے دین اسلام کے چار ماخذ بتائے جاتے ہیں:

ا۔قرآن، ۲۔حدیث، ۳۔اجماع، ۴۔قیاس۔

مگر محترم غامدی صاحب کا فرمانا ہے کہ:

''دین کا تنہا ماخذ اس زمین پر اب محمدﷺ ہی کی ذاتِ والا صفات ہے......''۔ (میزان، طبع دوم ۲۰۰۲ء، ص ۹)۔

اللہ تعالیٰ نے جب وحی کے ذریعے انسانوں کی ہدایت کا سلسلہ شروع کیا تو اس نے عامۃ الناس تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے انسانوں ہی کا انتخاب کیا۔ وحی خداوندی کے حاملین یہ انسان انبیاء ورسل کہلاتے ہیں۔ یہ اپنے زمانے کے عام انسانوں کی نسبت امانت و دیانت، تقویٰ وتزکیہ، صبر واستقلال، شجاعت وبسالت اور بصیرت و حکمت میں کہیں بلند مقام پر فائز ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی اپنی قوم کی رشد وہدایت کے لئے چن لیتا تھا۔ یہ ہستیاں کمال دیانت داری، اور احساس ذمہ داری کے ساتھ لوگوں تک خدا کی وحی کو من وعن پہنچاتے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ رسول کے ذمے ابلاغِ رسالت ہے، کسی کو بالضرور ہدایت پر لے آنا نہیں (۲/۲۷۲، ۳/۱۹ و دیگر)۔

رسول اپنی طرف سے وحی کے حکم میں تبدیلی کرنے کا مجاز نہیں ہوتا (۱۰/۱۵)۔ رسول کا کام لوگوں کے معاملات کے فیصلے کتاب اللہ کے مطابق کرنا ہے (۵/۴۸)۔ اسے اپنی ذات کے لئے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں ہوتا (۷/۱۸۸، ۱۰/۴۹)۔ اللہ ظالموں کی توبہ قبول کرے یا انہیں عذاب دے، اس معاملے میں، اے رسول! تمہیں کوئی اختیار نہیں ہے (۳/۱۲۷)۔

لیکن وحیِ خداوندی کا یوں لوگوں تک پہنچا دینا کچھ ایسا سادہ کام نہیں ہوتا تھا۔ نبی کا منصب محض نامہ بری نہیں ہوتا اگرچہ خدا کی نامہ بری بہت بڑے اعزاز کی بات ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

مگر ایک رسول کی ذمہ داری اس سے کہیں بڑھ کر ہوتی تھی۔ قرآنِ مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کی ذمہ داریوں میں سے ابلاغِ رسالت، پیروانِ وحی کا تزکیہ اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دینا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

''اللہ نے مومنین پر احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں آیاتِ خداوندی پڑھ کر سناتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔'' (۳/۱۶۴، ۶۲/۲)۔

اس وحیِ خداوندی کی وضاحت اور لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرنا بھی فرائضِ رسالت میں سے تھا۔ چنانچہ نبی اکرمﷺ سے ارشاد ہے:

''ہم نے یہ ذکر تمہاری طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ تم اس تعلیم کو وضاحت سے بیان کردو جو ان کی طرف اتاری گئی ہے۔'' (۱۶/۴۴)۔

اب ظاہر ہے کہ کسی حکم کی وضاحت کرنے کے اختیار اور اپنی طرف سے کوئی حکم دینے کے اختیار میں زمین وآسمان کی دوری اور بعد المشرقین ہے۔ رسول کریمﷺ جب مشرکین وکفار کو قرآن کی آیات پڑھ کر سناتے تو وہ اعتراض جڑ دیتے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے بلکہ ایک بشر کا قول ہے (۷۴/۲۵)۔ اس پر اللہ نے فرمایا کہ:

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (۵۳/۳۔۴)۔

مندرجہ بالا آیات واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ ایک رسول کے فرائض میں کونسی باتیں شامل ہیں اور کونسی نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے:

والذین امنوا وعملوا الصلحت وامنو بما نزل علی محمد و ھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم (۴۷/۲)۔

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اعمال صالح کیے اور وہ ایمان لائے اس پر جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہ ان کے رب کی طرف سے الحق ہے تو

اللہ ان کی برائیاں ان سے دور کرے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا''۔ (۲/۴۷)۔

یہ آیت بالبداہت بتا رہی ہے کہ مــا نــزل عــلــی مـحـمـد (جو کچھ محمد پر نازل کیا گیا) پر ایمان لانا شرطِ اسلام ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ما نزل علی محمد سے کیا مراد ہے؟ قرآن کریم کی ایک ایک سورہ اور ایک ایک پارہ اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اس سے مراد صرف اور صرف قرآن کریم ہے۔

یٰس o والـقـران الحکیم...... تنزیل العزیز الرحیمo (۵۔۱/۳۶)۔

''یہ قرآن حکیم خدائے عزیز و رحیم کی جانب سے نازل کیا گیا''۔

اللہ کے رسول ﷺ پر یہ قرآن بذریعہ وحی نازل کیا گیا:

قـل الـلـہ شـہـیـد بـیـنـی و بـیـنـکـم و اوحـی الـی ھـذا القران لانذرکم بہ و من بلغ...... (۱۹/۶)۔

''(اے رسول)! ان سے کہو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے (غلط اعمال کے نتائج سے) خبردار کروں۔''

دیکھ لیجئے' رسول اللہ ﷺ پر قرآن وحی کے ذریعے نازل ہوا' قرآن ہی کے ذریعے لوگوں کو تبلیغ کی جائے گی۔ انہیں بھی جو رسولِ کریم ﷺ کے براہ راست مخاطبین تھے اور ان تمام لوگوں کو بھی جو قیامت تک آپؐ کے بعد آتے رہیں گے۔ رسول کریم ﷺ کو اسی قرآن کی پیروی کا حکم دیا گیا تھا:

واتـبـع مـا یـوحـی الـیـک مـن ربـک (۲/۳۳)۔

''جو کچھ تیرے رب کی طرف سے وحی کیا گیا ہے اس کا اتباع کرو۔''

حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا کہ:

ان اتبـع الا مـا یـوحـی الـی (۴۲/۹' ۱۰/۱۵)۔

''جو کچھ مجھ پر وحی کیا گیا ہے میں اس کے سوا کسی چیز کا اتباع نہیں کرتا۔''

مزید برآں' اسی قرآن کی پیروی کا حکم جملہ مسلمانوں کو دیا گیا بلکہ خصوصی طور پر کہہ دیا گیا کہ اس کے سوا اور چیزوں کی اتباع نہ کرو۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربک ولا تتبعوا من دونہ اولیاء (۷/۳)۔

''جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری جانب نازل کیا گیا تم اسی کا اتباع کرو اور اس کے سوا اور

آقاؤں کی پیروی مت کرو۔''

قرآن کی ان تمام آیات سے یہ نقطہ اظہرمن الشمس ہو جاتا ہے کہ دین کا تنہا ماخذ صرف اور صرف وحیِ خداوندی ہے جو اب ہمارے پاس قرآنِ کریم کی شکل میں محفوظ ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے قارئین کرام اب ذرا غامدی صاحب کی وہ پوری عبارت ملاحظہ کریں جس کا پہلا حصہ آغاز میں پیش کیا جاچکا ہے:

''دین کا تنہا ماخذ اس زمین پر اب محمدﷺ ہی کی ذات والا صفات ہے' یہ صرف انہی کی ہستی ہے کہ جس سے قیامت تک بنی آدم کو ان کے پروردگار کی ہدایت میسر ہوسکتی ہے اور یہ صرف انہی کا مقام ہے کہ اپنے قول وفعل اور تقریر وتصویب سے وہ جس چیز کو دین قرار دیں' وہی اب رہتی دنیا تک دینِ حق قرار پائے۔'' (حوالہ ایضاً)۔

اگر قرآن کریم ہی کو دین کا تنہا ماخذ تسلیم کیا جائے' پھر تو بلاشبہ یہ بات بہت درست ہے کہ یہ صرف رسول اللہ ہی کی ہستی ہے جس سے قیامت تک نوع انسانی کو اللہ کی رہنمائی اور ہدایت حاصل ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ قرآن صرف انہی کی ذات پر نازل کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس کی بجائے غیر قرآنی وحی کو بھی تسلیم کیا جائے تو پھر موصوف کا دعویٰ محل نقد ونظر ہے اور قرآنی آیات کے سراسر الٹ۔ جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

یامرھم بالمعروف و ینھھم عن المنکر و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبئث و یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم۔ (۷/۱۵۷)۔

''وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے ان کو روکتا ہے اور ان کے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اور بندھن اتار دیتا ہے جو ان پر چڑھے ہوئے تھے۔''

غیر قرآنی وحی کے قائلین کے نزدیک یہی وہ آیت ہے جو رسول اللہﷺ کو تحریم وتحلیل کے اختیارات تفویض کرتی ہے۔ مودودی صاحب یہ آیت اور اس کا مذکورہ ترجمہ دینے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس آیت کے الفاظ اس امر میں بالکل صریح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی اختیارات (Legislative Powers) عطا کئے ہیں۔ اللہ کی طرف سے امر ونہی اور تحلیل وتحریم صرف وہی نہیں ہے جو قرآن میں بیان ہوئی' بلکہ جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام یا حلال قرار دیا ہے اور جس چیز کا حضور نے حکم دیا ہے یا جس سے

منع کیا ہے' وہ بھی اللہ کے دیے ہوئے اختیارات سے ہے' اس لئے وہ بھی قانونِ خداوندی کا حصہ ہے۔'' (منصبِ رسالت نمبر ۱۹۶۱ وسنت کی آئینی حیثیت' طبع ۲۰۰۵ء' ص ۶۸۔۶۷)

مودودی صاحب نے یہ سطور ڈاکٹر سید عبدالودود سے سنت کے موضوع پر خط و کتابت کے سلسلے میں تحریر کی تھیں جبکہ مقصد بحث جیتنا اور مخالف کے دلائل کا رد کرنا تھا۔ اسی موضوع پر ان کا ایک بالکل مختلف موقف ذرا آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ مندرجہ بالا آیات کی یہ تفسیر بلاشبہ درست قرار پا سکتی تھی اگر قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کے تحریمی وتحلیلی اختیارات سے متعلق بس اک یہی آیت ہوتی۔ قرآن کے دیگر مقامات پر درج متعدد آیات ایسا مفہوم لینے سے مانع ہیں۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے تصریف آیات کا طریقہ خود قرآن ہی کا بتایا ہوا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں' اس موضوع پر قرآن ہمیں مزید کیا راہنمائی دیتا ہے۔ سورۂ تحریم کا آغاز اس آیت سے ہوتا ہے:

> یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفورالرحیم (۶۶/۱)۔

''اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔'' (ترجمہ از' مولانا' محمد جونا گڑھی)۔

اس آیت میں نہایت واضح طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ اگر رسول اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام قرار دے دے تو اسے خداوندی تائید حاصل نہیں ہوا کرتی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً وحی بھیج کر آپ کو متنبہ کر دیا اور آپ کے عمل تحریم کو منسوخ کر دیا۔ یہ آیت اس مدعا کے اظہار کے لئے کافی وشافی ہے کہ خدا کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دینے کا اختیار کسی کے پاس بھی نہیں ہے' حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ جیسی عظیم المرتبت ہستی کے پاس بھی نہیں۔ اصل یہ ہے کہ تحلیل وتحریم کے اختیارات خدا نے کسی کو بھی تفویض نہیں کئے ہیں بلکہ انہیں اپنے پاس ہی رکھا ہے۔

ڈاکٹر سید عبدالودود صاحب کے ساتھ سنت کے موضوع پر قلمی مناظرہ میں' جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا' مودودی صاحب رسول اللہ ﷺ کے لئے تحلیلی وتحریمی اختیارات کے پرجوش حامی تھے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ اس سے پہلے' یہی مودودی صاحب اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں لکھ چکے ہیں کہ:

> ''حرام اور حلال اور جائز وناجائز کی حد مقرر کرنا اور انسانی زندگی کے لئے قانون اور شرع تجویز کرنا' یہ سب ذاتِ خداوندی کے مخصوص

اختیارات ہیں جن میں سے کسی کو غیر اللہ کے لئے تسلیم کرنا شرک ہے۔'' (تفہیم القرآن' جلد اول' ص ۵۹۸)۔

اسی نقطہ کی مزید تشریح کرتے ہوئے اپنی ایک اور کتاب میں وہ فرماتے ہیں:

''اسی اصل کی طرف وہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے جو ابوداؤد نے سلمان فارسی سے بدیں الفاظ نقل کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت فھو مما عفا عنہ' حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے۔ رہیں وہ چیزیں جن کا ذکر نہیں کیا گیا تو وہ معاف ہیں۔'' (تفہیمات' حصہ دوم' ص ۳۸۹)۔

اب ظاہر ہے کہ جس شخص کے پاس قرآن کے کسی ایک حکم سے متعلق دو متضاد و متبائن مؤقف ہوں' اس پر گرفت کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ غامدی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی ''ذات'' کو دین کا تنہا ماخذ قرار دیا ہے۔ ان کے درس میں بیٹھنے والا کوئی مرید اگر کسی روز عقیدت کا چشمہ اتار کر ان سے پوچھ بیٹھے کہ:

۱۔ جب پیغمبر کی ''ذات'' ایک چیز کو حرام قرار دیتی ہے تو سورۂ تحریم میں اسے خدا کی طرف سے متنبہ کیوں کیا جاتا ہے' اور انہیں اپنے فیصلے کی تائید کیوں نہیں حاصل ہو پاتی؟

۲۔ اسیرانِ جنگ بدر کو رسول اللہ ﷺ' جناب ابوبکرؓ کے مشورہ پر فدیہ لے کر رہا کر دیتے ہیں۔ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی رائے پسند کی اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس پر خدا کا عتاب آیا اور یہ آیت اتری۔ لولا کتاب من اللہ ...... (۸/۶۸) (اگر خدا کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے کیا اس پر بڑا عذاب نازل ہوتا)۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر رو پڑے۔'' (سیرت النبی' حصہ اول' ص ۲۰۷)۔

سوال یہ ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی ذات دین کا تنہا ماخذ تھی تو ان کے فیصلے پر خداوندی عتاب کیوں؟ اور عتاب بھی اس قدر کہ وہ دونوں رو پڑے؟

۳۔ اللہ نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے کہا:

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم (۹/۴۳)۔

''اے رسول! خدا نے تمہیں معاف کر دیا۔ تم نے ان کو اجازت کیوں دی تھی؟''۔

سوال یہ ہے کہ دین کے تنہا ماخذ کے بعض لوگوں کو اجازت دینے پر وحی نازل کرنے والے نے تہدید کیوں فرمائی؟

۴۔ سورۂ عبس میں ارشادِ خداوندی ہے:

عبس و تولیٰ o ان جاء ہ الا عمی ...... (۴۔۱/۸۰)۔

''اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ (ہمارے اس پیغمبر نے)۔ اس پر کہ (قریش کے سرداروں کے ساتھ اس کی مجلس میں) وہ نابینا آ گیا۔ اور تمہیں کیا معلوم (اے پیغمبر) کہ شاید وہ (پوچھتا اور) سدھرتا' یا (تم سناتے) وہ نصیحت سنتا اور یہ نصیحت اس کے کام آتی۔'' (ترجمہ جاوید غامدی' اشراق' جنوری ۱۹۹۷ء' ص ۱۷)۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے موصوف حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''سورہ کے لب و لہجے سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ نابینا سے بے رخی برتنے پر اس میں نبی ﷺ پر عتاب فرمایا گیا ہے۔'' (بحوالہ ایضاً)۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ دین کے تنہا ماخذ یعنی رسول اللہ ﷺ کا تیوری چڑھانا اور منہ پھیر لینا عتابِ خداوندی کا باعث کیونکر بن گیا؟

۵۔ حضرت یونسؑ قبل از وقت اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ:

''یونس علیہ السلام نے اپنی رائے سے یہ فیصلہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر سخت مواخذہ کیا۔'' (برہان از غامدی' طبع ۲۰۰۶ء' ص ۲۹۴)۔

اگر رسول دین کا تنہا ماخذ ہوتا ہے تو اس کے کسی فیصلے پر مواخذہ چہ معنی دارد؟

تو معلوم نہیں موصوف اپنے اس عقیدت کیش کے ان سوالات کے جواب میں تاویل کی کون کونسی گھاٹیاں قطع کریں گے اور صرف ونحو کی فنی باریکیوں کے کن کن بکھیڑوں میں الجھا کر اسے مطمئن کرنے کی سعی کریں گے۔ اصل یہ ہے کہ جب انسان کو کسی چیز کے بارے میں شرح صدر نہ ہو' اس کا Concept ہی Clear نہ ہو تو پھر خلط مبحث کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ پھر یہ یاد رکھنا بھی ضروری نہیں ہوتا کہ پہلے کیا کہہ دیا گیا ہے اور اب ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ موصوف نے دین کے ماخذ کی بحث میں پہلے فرمایا تھا کہ:

''دین صرف وہی ہے جس کی سند قرآنِ مجید یا نبی ﷺ کی حدیث و سنت میں موجود ہے۔ دین کے ماخذ صرف یہ دو ہی ہیں۔'' (اشراق' دسمبر ۱۹۹۳ء' ص ۸)۔

مگر آج ان کے نزدیک دین کا صرف ایک ہی ماخذ ہے۔ ارتقاء کی منازل اگر اسی رفتار سے طے ہوتی رہیں تو آنے والے چند برسوں میں اس ایک ماخذ میں بھی

بہت کچھ حک و اضافہ ہونے کا احتمال ہے۔ بس ذرا انتظار کی زحمت گوارا کرنا پڑے گی۔

قرآن نے رسول کریمﷺ کی زندگی کو مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔ (۳۳/۲۱)۔ اسی طرح سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا ہے کہ:

''(اے نبیؐ) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔'' (۳/۳۱۔۳۲)۔

رسول اللہﷺ کی زندگی مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ اسی لئے ہے کہ آپ قرآن ہی کی پیروری کرتے تھے۔ (۹/۴۲، ۱۰/۱۵) فلہٰذا رسول کی پیروی قرآن ہی کی پیروی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم کی ایک آیت ہے:

اطیعوا اللہ و اطیعوالرسول۔

''یعنی اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔''

بدقسمتی سے ان آیات سے مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ اللہ کی اطاعت الگ ہے اور رسول کی اطاعت الگ۔ رسول اللہ کے زمانے میں تو اس کا مفہوم بالکل واضح تھا اور وہ اللہ کی کتاب ہی کی پیروی تھی۔ مگر بعد میں جب خلافت مبدل بہ ملوکیت ہوگئی اور دین و دنیا میں ثنویت پیدا کر دی گئی تو اس آیت کا مفہوم بھی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ اب کہا گیا کہ اللہ کی اطاعت قرآن کے ذریعے کی جائے گی اور رسول کی اطاعت حدیث و سنت کے ذریعے۔ اس طرح احادیث کے مجموعے مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی کیونکہ احبار و رہبان کے نزدیک ان کے بغیر اطاعت رسول نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ سلسلہ آج تک چلا آ رہا ہے۔

ضمناً، مودودی صاحب نے تو حلت و حرمت کے اختیارات صرف پیغمبر علیہ السلام کے لئے ہی تسلیم کئے تھے، ان کے تربیت یافتہ غامدی صاحب تحلیل و تحریم کو شریعت کا حصہ ہی نہیں سمجھتے اور آج وہ مسلمانوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار تفویض کرتے ہیں کہ ہم اپنی فطرت کی راہنمائی میں حرام اشیاء کی فہرست میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ ان کے الفاظ یوں ہیں:

''اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو جانور پیدا کئے ہیں، ان میں سے بعض کھانے کے ہیں اور بعض کھانے کے نہیں ہیں۔ یہ دوسری قسم کے جانور اگر کھائے جائیں تو اس کا اثر چونکہ انسان کے تزکیہ پر پڑتا ہے اس لئے ان سے اِبا اس کی فطرت میں داخل ہے۔۔۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس کی یہ فطرت کبھی کبھی مسخ بھی ہو جاتی ہے لیکن دنیا میں انسانوں کی عادات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ان کی ایک بڑی تعداد اس معاملے میں بالعموم غلطی نہیں کرتی چنانچہ خدا کی شریعت نے بھی ان جانوروں کی حلت و حرمت کو

اپنا موضوع نہیں بنایا بلکہ انسان کو اس کی فطرت ہی کی راہنمائی پر چھوڑ دیا ہے۔۔۔بعض روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے کچلی والے درندوں، چنگال والے پرندوں اور پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اوپر کی بحث سے واضح ہے کہ یہ اسی فطرت کا بیان ہے جس کا علم انسان کے اندر ودیعت کیا گیا ہے۔ ہم اگر چاہیں تو ممنوعات کی اس فہرست میں بہت سی دوسری چیزیں بھی اسی علم کی روشنی میں شامل کر سکتے ہیں۔ لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اسے بیانِ فطرت کی بجائے بیانِ شریعت سمجھا۔'' (میزان، طبع دوم ۲۰۰۲ء، ص ۳۸۔۳۷)۔

موصوف کی اس نادرۂ روزگار تحقیق پر اب کیا تبصرہ کیا جائے۔ سورۂ تحریم کی آیت پہلے پیش کی جا چکی ہے جس کی رو سے اور تو اور نبیٔ آخر الزماں ﷺ بھی حرام کی فہرست میں کسی قسم کا اضافہ کرنے کے مجاز نہیں۔ ان کے بعد ہما شما کی کیا حیثیت ہے کہ حرام کی فہرست میں اضافہ کر سکے۔ اسی ضمن میں قرآن کی چند اور آیات نذرِ قارئین کی جاتی ہیں۔ ارشاد ہے:

۱۔　کہہ دیجئے کہ میں تو اس وحی میں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے کسی کھانے والے پر کوئی چیز جسے وہ کھاتا ہو حرام نہیں پاتا سوائے مردار کے، بہائے ہوئے خون کے، سؤر کے گوشت کے، کیونکہ وہ ناپاک ہے اور خدا کے علاوہ کسی اور کے نام کا ذبیحہ۔ (۱۴۶/۶)۔

۲۔　ان سے کہو کہ وہ کون ہے جو زینت کی چیزوں اور رزقِ طیب کو جسے خدا نے پیدا کیا ہے، حرام قرار دے سکتا ہے؟ (۳۲/۷)۔

۳۔　(اے لوگو) یونہی نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے وہ حرام ہے۔ یہ افتراء علی اللہ ہے۔ (۱۱۶/۱۶)۔

۴۔　(اے لوگو) تم خدا کے رزق کو خواہ مخواہ حرام حلال قرار دیتے ہو، کہو کیا اللہ نے تم کو اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو؟ (۵۹/۱۰)۔

ان آیاتِ خداوندی کی موجودگی میں موصوف کا یہ کہنا کہ حرام اشیاء کی فہرست میں آج ہم اپنی فطرت کے تتبع میں اضافہ کر سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ایک بہت بڑی جسارت ہے۔ اقبال نے ایسے ہی مفسرین اور احبار و رہبان کی تاویلات اور موشگافیوں سے زچ ہو کر خدا سے کہہ دیا تھا ۔

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند

(جاری ہے)

☆☆☆

تصحیح: طلوع اسلام جنوری 2007ء کے صفحہ 32 کے پہلے کالم کی نویں سطر میں 61-1960 کے بعد ان الفاظ کو شامل کر لیجئے:
''میں ان کے اور ڈاکٹر سید عبدالودود کے مابین سنت کے موضوع پر خط و کتابت ہوئی۔ بڑے سادہ انداز میں شروع ہونے والی یہ خط و کتابت جو 1960''۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یکے از مطبوعات باغبان ایسوسی ایشن

ہمارا ماٹو ''قرآن فہمی اور باغبانی''

قرآن کریم میں ہے:

ان اکرم کم عند اللہ اتقکم (۴۹/۱۳) و لکل درجٰت مما عملوا (۴۶/۱۹)۔

''میزانِ خداوندی کی رو سے عزت اور تکریم کا صرف ایک معیار ہے اور وہ یہ کہ تم میں سے کس کی زندگی قوانین خداوندی سے زیادہ مطابق ہے کون ان کی زیادہ اطاعت کرتا ہے۔ جس کی زندگی زیادہ سے زیادہ اس معیار پر پوری اترتی ہے وہی سب سے زیادہ واجب التکریم ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا کسی خاندان یا کسی قبیلے میں پیدا ہوا ہو۔ یہاں معیارِ فضیلت حسب ونسب نہیں ذاتی جوہر اور سیرت و کردار کی بلندی ہے۔ ہر ایک کے مدارج اس کے اعمال کے مطابق متعین ہوتے ہیں۔'' (مفہوم القرآن)۔

☆ باغبان ایسوسی ایشن کی ممبر شپ پوری دنیا میں سب سے آسان ہے۔ آپ کوئی سے ۱۰ پھلدار پودہ جات لگا کر ممبر شپ حاصل کر سکتے ہیں۔ سالانہ چندہ صرف دو روپے اور تاحیات ممبر شپ کے لئے ۱۰۰ روپیہ ہے۔ شناختی کارڈ کی فوٹو سٹیٹ کاپی ہمراہ ہو یاد رہے کہ ۲۰۰۷ء کو باغبانی کا سال قرار دیا گیا ہے۔

☆ فرانس کے قصبے کیورنی میں بنا ہوا مونیز گارڈن (Moneis Garden) بھی ایک ایسا جنت نظیر مقام ہے جس کا دیو مالائی حسن آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے۔ اس باغ کو خوبصورتی بخشنے میں قدرت نے بے پناہ سخاوت سے کام لیا ہے'' (اخبار جہاں)۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں ایسے مناظر موجود ہیں اگر حکومت اور باغبان مل کر کام کریں تو ہم بھی مثالی گارڈن اور پھل دار باغات کے وسیع اور خوبصورت مقام بنا سکتے ہیں۔

☆ گورنر سرحد کی زیر صدارت ہونے والے اجلاس میں صوبہ بھر کے تعلیمی اداروں میں نباتاتی تحقیقات کے لئے بوٹانیکل گارڈن کے قیام کے حوالے سے فیصلہ کیا گیا نیز گورنر ہاؤس کی گرین بیلٹ کو بوٹانیکل گارڈن میں تبدیل کیا جائے گا۔ اس موقع پر اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صوبہ سرحد کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل (ر) علی محمد جان اورکزئی نے صوبے میں قدرتی نباتات خاص طور پر درختوں، جنگلی حیات اور ادویاتی نباتات کے تحفظ اور وسیع پیمانے پر فروغ کے لئے ٹھوس کوششیں کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔

(جنگ ۰۷-۰۲-۰۶)۔

☆ حکیم محمد سعید (مرحوم) بانی ہمدرد یونیورسٹی پاکستان نے بُستان العقاقیر کا کامیاب تجربہ کر کے دوسروں کے لئے ایک یادگار مثال قائم کی۔

☆ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد پاکستان کا قدیم ترین زرعی تحقیقاتی ادارہ ہے۔

پتہ رابطہ: (۱) ملک حنیف وجدانی، صدر باغبان ایسوسی ایشن، سنبل سیداں، نیومری۔ (۲) صبینہ یاسمین، سینئر نائب صدر، باغبان ایسوسی ایشن، ٹبی سیداں، سوہاوہ، جہلم۔ (۳) محمد افضل ولد عبدالحمید، چک نمبر 215 (تاحیات ممبر) باغبان ایسوسی ایشن، بورے والا، وہاڑی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد سلیم اختر

حقائق وعبر

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(بلا تبصرہ)

(ہمارے مسلمان بھائی ایک دوسرے ہی کو نہیں بلکہ ایک دوسرے کے اماموں کو بھی کس آسانی کے ساتھ منکرین سنت، مرتد، ملحد، زندیق، صیہونی، انگریز دوست اور نہ جانے کیا کیا کہہ جاتے ہیں اس کا اندازہ آپ درج ذیل تحریر سے لگا سکتے ہیں جو ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث کی ۱۵ مارچ ۲۰۰۷ء کی اشاعت میں چھپ چکا ہے۔ یہ تحریر ہم بلا تبصرہ شائع کر رہے ہیں۔ فاعتبروا اولا الابصار)۔

آنحضرت ﷺ کی نوید و بشارت (لا تزال طائفة من امتی) کا مصداق وحقدار ایک طبقہ ہمیشہ ایسا موجود رہا ہے جو براہ راست قرآن وحدیث سے اخذ مسائل کی دعوت علم وعمل دیتا رہا ہے اور برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی اسی دعوت کے علمبردار تھے تو پھر اگر اس دعوت کے تناظر میں مولانا سیالکوٹی مرحوم نے لکھ دیا ہے کہ:

> ''اور سچے دل سے عہد کرتے ہیں کہ سنت اور حدیث کے مغائر ہر عقیدے، عمل، رسم اور فقہی مواد کو مٹا دیں گے'' تو کونسا جرم کر لیا کہ آسمان سر پر اٹھا لیا گیا اور فرمایا گیا:

صادق صاحب! آپ کو فقہ سے دشمنی کیوں اور کیسے ہوگئی یہ تو ہو سکتا ہے کہ کچھ فقہی مسائل ضعیف یا غلط ہوں؟ لیکن چند مسائل کی وجہ سے تمام فقہی مواد کو مٹانا یہ کون سی عقل کی بات ہے؟ آپ کی یہ فقہ دشمنی دو وجہوں سے ہو سکتی ہے یا تو آپ اس عمل سے بفضلہ تعالیٰ بالکل کورے ہیں اور الناس اعداء لما جھلوا کے تحت آپ اس کو اپنے غیظ وغضب کا نشانہ بنا رہے ہیں یا در پردہ کسی صیہونی تنظیم سے رابطہ ہے اور ان کے اشارے پر یہ مشورہ دے رہے ہیں۔ (بینات، ص۲۲)۔

جناب من! مولانا سیالکوٹی مرحوم بفضلہ تعالیٰ اس علم سے کورے نہیں تھے بلکہ آنجناب بغضبہ تعالیٰ قرآن و حدیث کی روشنی سے محروم ہیں اور طبع اللہ علی قلوبھم کا مصداق بن چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ''فقہ کے ضعیف بلکہ غلط مسائل'' کو دین بنا کر ہی پیش نہیں کر رہے بلکہ ''سنت اور حدیث کے مغائر'' یعنی سنت اور حدیث کے مخالف مسائل کو بھی دین بنا کر پیش کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں یہ فیصلہ تو قارئین کرام ہی کریں گے

کہ سنت اور حدیث کے مغائر و مخالف مسائل کو مٹا دینا صیہونیت ہے یا کہ ان کو دین کہنا صیہونیت ہے؟ اگر سنت اور حدیث کے مغائر اور مخالف مسائل کو مٹا دینا صیہونیت ہے تو پھر بقول امام شافعی: ان کان رفضا حب آل محمد فلیشهد الثقلان اننی رافضی، ہمیں اس ''صیہونیت'' پر فخر ہے اور اگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو سنت اور حدیث کے مغائر و مخالف مسائل اور رسم و رواج اپنانے پر آپ کو یہ الحاد و زندیقیت مبارک۔

ہم امام ابوحنیفہ پر اس وجہ سے تنقید نہیں کرتے کہ وہ رائے سے کام لیتے ہیں بلکہ اس وجہ سے ان پر تنقید کرتے ہیں کہ وہ ایک چیز کو نبی ﷺ سے دیکھتے ہوئے بھی اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ بس یہی بات اپنے الفاظ میں مولانا سیالکوٹی نے کہی ہے تو اگر یہ کہنے سے وہ صیہونی ایجنٹ ہیں تو جناب عالی امام ابوحنیفہ سمیت ان ائمہ کرام کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

حضرت! دراصل صیہونیت کے ایجنٹ تو آپ ہی ہیں جو فقہ کے نام پر ہر قسم کے الحاد و زندقہ کو تحفظ فراہم کر رہے ہیں اس لئے تو ہم کہتے ہیں کہ ہر قسم کے شر و فساد اور فتنہ و الحاد کا نقش پا قصرِ حنفیت کی طرف جاتا ہے بلکہ ہر قسم کے زیغ و انحراف، زندقہ و الحاد اور کفر و ارتداد کو آپ ہی کی ''انفاق الفناق'' میں پناہ ملتی ہے۔

موصوف نے اپنے اس مضمون میں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ اور مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے ذکر میں پروفیسر محمد ایوب قادری کی کتاب ''جنگ آزادی ۱۸۵۷ء'' کے مطالعہ کا مشورہ دیا ہے، اس ضمن میں ہماری درخواست ہے کہ انگریز دور سے لے کر آج تک محض اپنی فقہ کے تحفظ میں ''انگریز دوستی کا ثبوت'' کون دیتا آیا ہے اور ''صیہونیت کا ایجنٹ کون ہے'' ان تفصیلات کے لئے ایوب قادری صاحب کی کتاب کے بعد ہماری کتاب ''علماء دیوبند اور انگریز'' کا مطالعہ بھی ضرور کریں۔

بہرحال ہمارے پیش نظر اس مضمون کا تفصیلی جواب لکھنا نہیں اور نہ ہی ہم اس تفصیل میں جانا چاہتے ہیں بلکہ احباب دیوبند سے صرف یہ مودبانہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ امت پر نازل وقت کی نبض پر ہاتھ رکھیں۔ غداری و جاسوسی کی روایت کو ترک کر کے امت میں تفریق کی بجائے اتحاد و اتفاق کی کوشش کریں جس کا واحد طریقہ قرآن و سنت کی دعوت ہے ورنہ پاکستان میں نفاذ اسلام کی ناکامی کا سہرا آپ حضرات کے سر ہوگا۔ جو اپنی الگ دوکان چمکانے بیٹھ جاتے ہیں اور قرآن و حدیث کے مقابلہ میں یہ بہت بڑا قومی جرم ہے کہ جس مقصد کے لئے پاکستان کو حاصل کیا گیا اس کو نظر انداز کر کے اپنی اپنی فقہ کی بانسری بجانا شروع کر دی جائے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قیام پاکستان ''لا الہ الا اللہ'' پر اتحاد و اتفاق سے ممکن ہوا اسی طرح اب استحکام پاکستان بھی اسی پر اتحاد و اتفاق سے ممکن ہے۔

(بحوالہ ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث)